فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام

تحقیقی مقالہ برائے ایم – اے علوم اسلامیہ

مقالہ نگار:
جاوید اقبال
رول نمبر: P-575098

نگران تحقیق:
ڈاکٹر عبدالحمید عباسی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ قرآن وتفسیر
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

شعبہ اسلامک لاء

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

سیشن: ۱۴۲۴ھ = ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَوْلَاےَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وعلیٰ آله واصحابه وبارك وسلم

انتساب

اپنے والدین اور اپنے اساتذہ

کے نام جنہوں نے مجھے تعلیم کی

ابجد سے روشناس کرایا

Forwarding Sheet

The thesis entitld فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام submitted by Javed Iqbal in Partical fulfillment of the requivement for the master's degree in Islamic Studies has been completed under my guidance and supervisim. I am Sutisfied with the quality of Student's research work and allowed him to submit his thesis.

Signature

Dr.
ABDUL HAMEED KHAN ABBASI
Assistant Professor
Deptt of Quran & Tafseer
AIOU, Islamabad.

DECLARATION

I Javed Iqbal Roll no P575098 a student of M.A Islamic Studies in Allama Iqbal Open university , Islamabad do have by solemnly declare that the thesis entitled فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام is submitted in partical fullfilment in M.A Islamic Studies degree , my original work and has not been for obtaining and degree from this or another university or institation.

Signature ____________

JAVED IQBAL

APPROVAL SHEET OF THE COMMITTEE

Title of thesis فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام name of Student **JAVED IQBAL**

Accepted by the Faculty of Arabic and Islamic Studies, Allama Iqbal Open University, for partical fulfillment of requirements of the Master Degree in Islamic Studies.

ViVA VOCE Committee

1- ______________________

(Chairman Department of Islamic law)

2- ______________________

Internal Examinar

3- ______________________

Extarnal Examinar

ABSTRACT

اس مقالہ میں ثبوت نسب کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ پہلے باب میں نسب کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کی گئی ہے ثبوت نسب کی اقسام اور اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اسباب ثبوت نسب اور طرق ثبوت نسب اور جائز النسبی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ فقہاء کرام کی آراء کی روشنی میں اس طرح اس باب میں ثبوت نسب کے ذرائع کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ دوسرے باب میں فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اس طرح طلاق کی مختلف اقسام کے بعد پیدا ہونے والے بچوں کے نسب کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ تیسرے باب میں اولاد متوفی کے نسب کا بیان ہے یعنی تکمیل عدت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب اور دوران عدت پیدا ہونے والے بچے کا نسب اور اقرار ورثاء سے بچے کا نسب بیان کیا گیا ہے۔

☆ چوتھے باب میں حمل کی کم از کم مدت سے قبل پیدا شدہ بچوں کے نسب کا بیان ہے۔ یعنی چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب اور حمل کی مختلف فیہ صورتوں میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح اس باب میں خاوند کی طرف سے حمل کا اقرار اور طلاق کو بچے کی پیدائش سے مخصوص کرنے کا بیان ہے۔

پانچویں باب میں اکثر مدت حمل اور اولاد أمة کے ثبوت نسب کا بیان کیا گیا ہے اس طرح اس باب میں اُمّ ولد اور نکاح کی مختلف صورتوں میں نسب کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

اظہار تشکر

بے پناہ حمد و ثناء ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات پاک کے لیے جس کی رحمت و تحفظ مجھے ہر لمحہ گھیرے ہوئے ہے ۔ اور ہزاروں درود و سلام ہوں حضرت محمد ﷺ پر جو ختم الرسل اور خاتم النبین اور اشرف الانبیاء ہیں اور جن کی محبت ہر کلمہ گو کا فخر ہے ۔ کیونکہ آپ رحمت اللعالمین اور محسن انسانیت ہیں۔

اس کے بعد میں شکر گزار ہوں اپنے دوست و احباب کا جن کی مدد و تعاون اور دعاؤں کے بغیر شاید میں یہ مقالہ مکمل نہ کر سکتا ۔

- اس کے بعد میں اپنے محترم سپروائزر جناب عبدالحمید عباسی صاحب کا بھی بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اس مقالہ کی تکمیل میں ہر قدم پر میری راہنمائی فرمائی ہے اور اپنی بے حد مصروفیات کے باوجود انہوں نے مسودہ کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں نہایت محبت و شفقت سے میری رہنمائی فرمائی ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کی مدد و راہنمائی میسر نہ ہوتی تو شاید میں یہ مقالہ نہ لکھ پاتا۔ اس کے بعد میں مولانا محمد یعقوب ٹانکوی خطیب جامع مسجد عثمانیہ محلّہ عثمان پورہ نزد امپیریل مارکیٹ لیاقت روڈ راولپنڈی کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری ہر قدم پہ راہنمائی فرمائی ۔
- اس کے بعد میں شکر گزار ہوں ان حضرات کا جنہوں نے اس مقالہ کے ہر مرحلہ میں میری رہنمائی کی اور میں نے جن لائبریریوں سے استفادہ کیا خاص طور پر شعبہ تحقیقات اسلامی لائبریری، ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری، شریعہ اکیڈمی لائبریری بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ، اسلام آباد اور مرکزی لائبریری علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،اسلام آباد کے سٹاف کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے متعلقہ کتب کی فراہمی میں میری ہر ممکن مدد فرمائی۔
- آخر میں میں کمپوزر کا بہت شکر گزار ہوں جس نے کمپوزنگ کی ذمہ داری کو بخوبی اور احسن طریقہ سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو ۔ آمین

جاوید اقبال

فہرست عنوانات

فہرست عنوانات

مقدمہ

مقدمہ

موضوع تحقیق کا تعارف

شریعت اسلام نے زندگی گزارنے کے لیے جامع تعلیمات دی ہیں۔ اسلام کی تعلیمات انسانی زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں پر حاوی ہیں۔ جو معاملات ہر دور میں یکساں رہتے ہیں اور وقت کی تبدیلیاں ان پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ ان کے متعلق فقہ اسلامی نے جامع اور مکمل اصول وضع کیے ہیں چونکہ ہر دور کے انسان کے ازدواجی تعلقات یکساں ہیں اور زمانے کی تبدیلی سے یہ شرعی تعلقات متاثر نہیں ہوتے اس لیے شریعت مطہرہ نے ثبوت نسب کے ضمن میں جامع اور مکمل مسائل کی نشاندہی فرمائی ہے۔

یہ اصول وضوابط ہر دور کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔

فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام پر اگرچہ بہت سا تحقیقی کام ہو چکا ہے۔ لیکن پھر بھی ہمارے معاشرے میں عام افراد کو ان مسائل سے قطعاً کوئی آگاہی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سی مشکلات پیدا ہو رہی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ثبوت نسب کے احکام عام فہم انداز میں تمام اصل مصادر کی روشنی میں لوگوں کے سامنے لائے جائیں تاکہ وہ ثبوت نسب سے متعلق احکام سے آگاہ ہوسکیں۔ اسی لیے ایم۔ اے علوم اسلامیہ تخصص فقہ اسلامی کے یہ موضوع، فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام، منتخب کیا گیا ہے۔

نسب اسی قانونی تعلق کا نام ہے جو مرد اور عورت کے درمیان عقد شرعی کے نتیجہ میں تولد کے بعد اولاد کا اپنے والدین کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ بچے کے والدین سے توالد کے تعلق کو نسب کا نام دیا گیا ہے۔ اس نسب کی مدت کا دارومدار اسلامی شریعت کے مطابق مرد وعورت کے درمیان ازدواجی تعلق پر ہے۔ شبہ کی بنیاد پر بچے کا نسب ثابت ہوجاتا ہے۔ مثلاً شبہ فی الفصل یا شبہ فی العقد کی وجہ سے۔ اگرچہ اس تعلق میں فساد پیدا ہو جاتا ہے مگر جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ جائز النسب ہوتی ہے۔

اثبات نسب کی بنیاد آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد پاک پر ہے کہ "الولد للفراش وللعاھر الحجر" "یعنی بیٹا فراش کے لیے ہے اور زنا کار کے لیے پتھر" فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شرع اسلام میں بچے کو صحیح النسب قرار دینے کی بے انتہا کوشش کی گئی ہے تاکہ بچے کو اپنے والدین کی صحیح اور جائز اولاد تسلیم کیا جاسکے اور معاشرے میں انتشار اور بداخلاقی نہ پھیلے۔ اس بناء پر نکاح فاسد اور وطی کو بھی ثبوت نسب کی حجیت قرار دیا گیا ہے۔

موضوع تحقیق کی ضرورت و اہمیت

اسلام میں نسب کی بے حد اہمیت ہے اور اس کی حفاظت و صیانت کے لیے اسلام نے بہت سے احکام عطا کیے ہیں ۔ نسب اور اس سے متعلق احکام لانے کی اہمیت یہ ہے کہ نکاح و طلاق سے بعض اوقات نسب کے اثبات میں خلل واقع ہو جاتے ہیں لہذا جن صورتوں کی وضاحت ضروری ہے جن میں خاوند کے اعتراف و اقرار کے بعد بچے کا نسب ثابت نہیں ہوتا اور جن صورتوں میں نسب کا اثبات ہوتا ہے ۔

اسلام کے ان احکام کی بنیاد بچے اور اس کی ماں کی سہولت اور ان کی عزت و ناموس کی حفاظت پر ہے تاکہ ان کو معاشرے کی زیادتیوں اور طعنوں سے بچایا جا سکے ۔

موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ

اس تحقیق کے بنیادی مسئلہ کے اہم نکات حسب ذیل ہیں ۔

۱۔ ثبوت نسب سے کیا مراد ہے ؟

۲۔ طلاق رجعی اور طلاق بائن کی صورت میں کتنی مدت بعد تک کا بچہ اس کے فراش کی طرف منسوب ہوگا؟

۳۔ بچے کی ولادت پر شرعی شہادت کا قیام اور ایک عورت کی گواہی کی صورت میں اختلاف مذاہب کے کیا دلائل ہیں ؟

۴۔ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت اور کم سے کم مدت پر کس طرح بحث کی گئی ہے ؟

۵۔ اور اولاد أمة (لونڈی) کے نسب کے کیا احکام ہیں

فرضیہ تحقیق

فقہ اسلام نے ثبوت نسب کے احکام کی واضح اور مدلل وضاحت کر دی ہے ۔ فقہ اسلام کے نقطہ نظر کے مطابق جہاں نکاح سے خاندان کی تشکیل ہوتی ہے وہاں طلاق جیسے معاملات میں ایک خاندان ٹوٹ بھی سکتا ہے اور اس کے اثرات ثبوت نسب پر بالواسطہ پڑتے ہیں اسی لیے فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے جامع احکامات موجود ہیں ۔ اور کتب فقہ ان مسائل سے بھری پڑی ہیں ۔ اسی طرح فقہ اسلام نے آج کے دور کے مطابق ثبوت نسب کے جامع احکام دیئے ہیں ۔ لیکن موجودہ دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ان مسائل کی تشریح اور عام فہم بنانے کے لیے از سر نو جائزہ لینے کی ضرورت ہے ۔ تاکہ ایسی راہ تلاش کی جاسکے جو موجودہ دور کے تقاضوں کے عین مطابق اور ہم آہنگ ہو۔

اعتراضات

ان اختراضات کا تجزیہ نتائج مقالہ کے اختتام پر موجود ہے۔

اہداف تحقیق

اس تحقیق کے ذریعے مندرجہ ذیل اہداف کو حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۔ فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام کو بیان کرنا۔

۲۔ فقہاء کی مختلف آراء اور فقہ حنفی کے موقف کو سامنے لانا۔

۳۔ ثبوت نسب کی فقہ اسلامی کی روشنی میں وضاحت کرنا۔

۴۔ اور اولاد اُمہ (لونڈی) کے متعلق فقہ اسلامی کے موقف کو بیان کرنا۔

اسلوب تحقیق

اس تحقیق کو مکمل کرنے کے لیے درج ذیل اسلوب تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔

۱۔ تمام مواد اصل مصادر سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۲۔ ثانوی مآخذ سے بھی تشریح وتفسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۳۔ فقہاء کی آراء کے لیے فقہاء اربعہ اور اثناء عشریہ کی آراء سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

۴۔ فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام کو عام فہم زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ابواب کی تقسیم

باب اول : فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کی تعریف اور اہمیت

فصل اول: نسب کی تعریف ، اقسام اور اثرات

فصل دوم: اساس ثبوت نسب اور طرقِ ثبوت نسب و جائز نسب

فصل سوم : ثبوت نسب کے ذرائع

(۱) ثبوت نسب بذریعہ دعویٰ

(۲) ثبوت نسب بذریعہ اقرار

(۳) ثبوت نسب بذریعہ شھادۃ

خلاصہ تحقیق

نتائج مقالہ

مقالہ کے بنادی سوال کا جواب

فریضہ تحقیق

سفارشات

فہرست مصادر و مراجع

اس مقالہ کو مکمل کرنے میں (میں) نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی لیکن چونکہ یہ ایک انسانی کام ہے اور انسانی کام ہونے کی حیثیت سے اس میں کمی اور کوتاہی یقینی بات ہے ۔ میں اس کمی اور کوتاہی کو دور کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہوں اگر اس مقالہ میں کوئی خوبی ہے تو یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل اور میرے اساتذہ کرام بالخصوص میرے سپروائزر جناب عبدالحمید عباسی صاحب اور میرے رہبر حضرت مولانا محمد یعقوب ٹانکوی صاحب کی راہنمائی کا نتیجہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

آمین

۴ اگست ۲۰۰۷ء

جاوید اقبال

باب اول

فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کی تعریف اور اہمیت

باب اوّل

فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کی تعریف اور اہمیت

فصل اوّل

نسب کی تعریف، اقسام اور اثرات

فصل دوم

اساس ثبوت نسب اور طریق ثبوت نسب و جائز نسب

فصل سوم

ثبوت نسب کے ذرائع

۱۔ ثبوت نسب بذریعہ دعویٰ

۲۔ ثبوت نسب بذریعہ اقرار

۳۔ ثبوت نسب بذریعہ شہادۃ

فصل اول

نسب کی تعریف ، اقسام اور اثرات

نسب کی تعریف

نسب اس قانونی تعلق کا نام ہے جو مرد اور عورت کے درمیان عقد شرعی کے نتیجہ میں تولد کے بعد اولاد کا اپنے والدین کے ساتھ پیدا ہوتا ہے ۔

تشریح

بچے کے والدین سے توالد (اولاد کے ہونے) کے تعلق کو نسب کا نام دیا گیا ہے ۔ اس نسب کی صحت کا دارومدار اسلامی شریعت فقہ اسلامی کے مطابق مرد وعورت کے درمیان ازدواجی تعلق پر ہے ۔ شبہ کی بناء پر بچے کا نسب ثابت ہو جاتا ہے مثلاً شبہہ فی الفعل یا شبہہ فی العقد کی وجہ سے اگرچہ اس ''تعلق'' میں فساد پیدا ہو جاتا ہے مگر جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ جائز النسب ہوتی ہے (۱)۔

نسب کا لفظ نون اور سین کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے باپ کی طرف نسب کیا گیا اور کبھی محض ربط و تعلق کے معنی میں بھی آتا ہے ۔

نسب ایسے امور میں سے ہے جس کے اثبات میں احتیاط کا پہلو اختیار کیا جاتا ہے ۔

چنانچہ بسا اوقات تاویل کر کے اور نادر صورتیں فرض کر کے اسے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے(۲)۔

نسب کی اہمیت

اثبات نسب کی بنیاد آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد پاک پر ہے کہ :

''اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ''۔

ترجمہ: بیٹا فراش (منکوحہ) کا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر (کی سزا ہے) (۳)۔

فراش کا مفہوم

لفظی معنی ''بستر'' کے ہیں ۔

جبکہ فقہی اصطلاح میں فراش سے مراد یہ ہے کہ مرد وعورت کے درمیان عقد شرعی کے ذریعہ زوجیت (wifhood) کا قیام عمل میں آچکا ہو جو استقرار حمل (pregnancy) کے وقت موجود ہو۔

فقہائے کرامؒ کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ اسلام میں بچے کو صحیح النسب (جائز اولاد) قرار دینے کی انتہا سے زائد کوشش کی گئی ہے تاکہ بچے کو اپنے والدین کی صحیح اور جائز اولاد تسلیم کیا جا سکے ، اور معاشرے میں انتشار اور بداخلاقی جیسی بری چیزیں نہ پھیل سکیں اس بناء پر نکاح اور وطی بالشبہ کو بھی نسب کی حجیت قرار دیا گیا ہے (۴)۔

نکاح فاسد وہ نکاح ہے جس میں نکاح صحیح کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو۔ جبکہ نکاح باطل وہ نکاح ہے جو فی نفسہ کالعدم ہو، جس کا وجود اور عدم دونوں برابر ہوں ۔ اس طرح ان ہر دو کے احکام میں بھی فرق ہے ۔

نکاح فاسد میں جب کہ ہم بستری ہوگئی ہو تو مرد کے ذمہ عورت کا مہر (مسمی یا مہر مثل جو کم ہو) واجب ہو جاتا ہے ، نیز خاوند کی طلاق یا وفات کی صورت میں عورت پر عدت واجب ہو جاتی ہے اور ان سے جو اولاد ہوتی ہے وہ جائز النسب کہلاتی ہے ۔

اس کے برخلاف نکاح باطل میں نہ مہر واجب ہوتا ہے نہ عدت اور نہ ہی اولاد ثابت النسب قرار پاتی ہے(۵)۔

ثبوت نسب کی شرعی شرط

آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے :

"اَلْوَلَدُ لِصَاحِبِ اَلْفَرَاشِ"۔

ترجمہ: بیٹا صاحب فراش کا ہے (۶)۔

نسب کے شرعی طور پر ثابت ہونے کی شرط یہ ہے کہ عورت کا "فراش" (بچھونا) ہو ۔ اور عورت کا فراش ہونا شرعی طور پر اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک اس میں حسب ذیل شرط نہ پائی جاتی ہو ۔

"ملک یمین کے ساتھ یا شبہ ملک کے ساتھ یا تاویل ملک کے ساتھ یا ملک نکاح کے ساتھ یا شبہ نکاح کے ساتھ" (۷)۔

نسب اولاد

نسب اولاد سے مراد ، اولاد کا نسب اپنی ماں سے برصورت وطی جائز ہو یا ناجائز ہر دو صورتوں میں ثابت ہو جاتا ہے ۔ لیکن باپ سے صرف حسب ذیل چار صورتوں میں ثابت ہوتا ہے ۔

۱۔ نکاح صحیح کی صورت میں

۲۔ نکاح فاسد کی صورت میں

۳۔ وطی بالشبہ کی صورت میں

۴۔ اقرار بالنسب کی صورت میں (۸)۔

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ ''نسب'' استعمال ہوا ہے :

ارشاد باری تعالٰی ہے :

﴿وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَراً فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیراً﴾(۹)۔

ترجمہ: (اور وہی ہے جس نے بنایا پانی سے آدمی پھر ٹھہرایا اس کے بعد جد اور سسرال اور تیرا رب سب کچھ کر سکتا ہے''۔

نسب اور صہر کی تعریف

نسب وہ رشتہ اور مرتبہ ہے جو ماں کی طرف سے ہو۔ جبکہ صہر وہ رشتہ وتعلق ہے جو بیوی کی طرف سے ہو، جس کو عرف میں سسرال بولتے ہیں ۔ یہ سب تعلقات اور قرابتیں اللہ سبحانہ و تعالٰی کی دی ہوئی نعمتیں ہیں جو انسان کی خوشگوار زندگی کے لیے ضروری ہیں ، ورنہ اکیلا آدمی کوئی کام سرانجام نہیں دے پاتا(۱۰)۔

خاندان کی اہمیت

اسلام نے سارے اسلامی معاشرے کی بنیاد خاندان پر رکھی ہے اور سسرال کو بھی خاندان ہی کا ایک جزء ٹھہرایا ہے۔عقد مناکحت کی پوری اہمیت تب ذہن نشین ہو گی جب پہلے خاندان کی اہمیت اجتماعی زندگی میں ذہن نشین کر لی جائے (۱۱)۔

نسب کی اقسام

نسب کی درج ذیل دو اقسام ہیں ۔

۱۔ پدری نسب ۲۔ مادری نسب

تشریح

۱۔ پدری نسب

جو نسب والدین یعنی باپ اور ماں ، دونوں کے درمیان ازدواجی تعلق کی بناء پر ثابت ہوتا ہے وہ ''پدری'' کہلاتا ہے ، خواہ وہ ازدواجی تعلق نکاح صحیح کے سبب سے ہوا ہو یا نکاح فاسد کے سبب سے اس کو حقیقی

بھی کہتے ہیں ۔ البتہ اولاد کا '' مادری'' نسب اس عورت سے قائم ہو جاتا ہے جس کے بطن سے وہ پیدا ہوئی ہے جیسا کہ اوپر حدیث مبارکہ میں اس کی تصریح گذر چکی ہے جس میں ارشاد نبوی ﷺ تھا ۔

'' اَلْوَلَدُ لِصَاحِبِ الْفَرَاشِ '' ۔

ترجمہ: بیٹا صاحب فراش کا ہے (۱۲)۔

بلحاظ اس امر کے کہ اس کی ماں کا تعلق اس شخص کے ساتھ قانوناً جائز اور درست تھا یا نہیں ۔ بالفاظِ دیگر اولاد کے مادری نسب کے تعین کے لیے یہ امر نا قابل لحاظ ہے کہ اس کی پیدائش مرد و عورت کے درمیان جائز نکاح کا نتیجہ ہے یا فعل زنا کا ثمرہ ۔

نکاح صحیح کے اثرات

نکاح صحیح سے زوجین کو حسب ذیل حقوق حاصل ہوں گے :

۱۔ دائمی رشتہ زوجیت وحقوق (الا یہ کہ طلاق واقع نہ ہو جائے یا کسی امر شرعی کی بناء پر زوجین میں تفریق واقع ہو جائے یا دونوں میں سے کوئی فریق انتقال کر جائے)۔

۲۔ حق مقاربت جنسی۔

۳۔ حرمتِ مصاہرت (سسرالی رشتہ داری)۔

۴۔ تولید نسل و ثبوت نسب اولاد۔

۵۔ حق مہر زوجہ۔

۶۔ حق نفقہ زوجہ ، راحت و اسائش بقدر استطاعت ۔

۷۔ دیگر استمتاع و فوائد جس کی شرع نے اجازت دی ہو ۔

تشریح

زوجین کے حقوق و فرائض کے سلسلے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور شارع علیہ الصلوٰۃ و السلام نے مسلمانوں کو واضح اصول اور ہدایات دی ہیں جن کی تفصیل قرآن و حدیث اور کتب فقہ میں بکثرت ملتی ہیں (۱۳)۔

مادری نسب

اولاد کے مادری نسب کے تعین کے لئے یہ امر نا قابل لحاظ ہے کہ اس کی پیدائش مرد و عورت کے درمیان جائز نکاح کا ثمرہ ہے یا فعل زنا کا نتیجہ ۔

اولاد کا مادری نسب ہر صورت میں اس عورت سے قائم اور ثابت ہوتا ہے جس کے بطن سے وہ فی

الحقیقت پیدا ہوتی ہے۔

لیکن پدری نسب اس وقت تک قائم نہیں ہوتا جب تک کہ اولاد صحیح یا فاسد نکاح کے نتیجے میں نہ پیدا ہوتی ہو۔

تشریح

یعنی اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ فعل زنا کا ارتکاب کرے اور اس سے حمل ٹھہر جائے اور اولاد پیدا ہو تو وہ اولاد صرف اس عورت کی قرار دی جائے گی اور اپنے قانونی حقوق اور ذمہ داریوں کے تعین کے لیے بھی اس عورت کی تابع رہے گی اور از رائے شریعت اس مرد کی اولاد قرار نہ دی جائے گی (۱۴)۔

نسب کے اثرات

نسب سے ولایت ذات و جائداد، نفقہ اور وراثت و وصیت سے متعلق حقوق اور ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں۔

تشریح

نسب کے ثبوت کے ساتھ ہی اولاد کے صحیح النسبی مسلم ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ تمام حقوق اور ذمہ داریاں جو والدین اور اولاد کے درمیان ہوتی ہیں شرع کی طرف سے ایک دوسرے پر عائد ہو جاتی ہیں چنانچہ اولاد نفقہ کی مستحق ہوتی ہے۔ والدین کو اولاد کی ذات اور جائیداد پر حق ولایت حاصل ہو جاتا ہے۔

ایک دوسرے کی وفات پر متوفی کے ترکہ میں وراثت کا حق پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اولاد کا نسب ثابت نہ ہو تو وہ اپنی ماں ہی کی اولاد متصور ہوتی ہے، ایسی صورت میں وہ اولاد ماں اور اپنے (مادری) رشتہ داروں سے وراثت پانے کی مستحق ہوتی ہے نیز ماں اور اس کے رشتہ دار اس کی جائداد کے وارث قرار پاتے ہیں (۱۵)۔

فصل دوم

اساس ثبوت نسب اور طرقِ ثبوت نسب و جائز نسب

آنحضرت ﷺ کا ارشاد پاک ہے :

"اَلْوَلَدُ لِلْفَراشِ ولِلْعَاهِرِ الْحَجَرِ"۔

ترجمہ: بیٹا فراش کا ہے اور زنا کار کے لیے پتھر (کی سزا ہے) (۱۶)۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ ثبوت نسب کے سلسلے میں ایک اساس کی حیثیت رکھتی ہے ۔ چناچہ فقہاء امت رحمہم اللہ علیہم نے اس مسئلہ کی تفصیلات مرتب کرنے میں پوری توجہ اس طرف مرکوز کی ہے کہ بچہ صحیح النسب قرار دیا جائے اس پس منظر میں جب زائد سے زائد مدت حمل کا جائزہ لیا جائے تو یہ محسوس ھوتا ہے کہ فقہاء کرامؒ نے بعید الوقوع یا نادر الوجود صورتوں کو بھی پیش نظر رکھا ہے ۔ اور اس کا دارومدار حضرت عائشہؓ کی اس حدیث پر رکھا ہے ۔

"الولد لا يَبْقىٰ فی بَطْن اُمه اَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ وَلَوْ بظل مغزل"۔

ترجمہ: "بچہ اپنی ماں کے بطن میں دو سال سے ایک لمحہ زیادہ نہیں رہتا" (۱۷)۔

وضع حمل کی زائد سے زائد مدت دو سال قرار دینے کا منشاء یہ ہے کہ محض کس عورت کا ایک سال سے زائد (اور یہ مدت دو سال تک ہوسکتی) مدت میں بچے کو جننا بجائے خود مرد کے انکار کے قائم مقام نہ ہو۔

لیکن ساتھ ہی یہ امر مسلمہ ہے کہ دوسال میں وضع حمل کے واقعات شاذ ہی دیکھنے میں آتے ہیں ۔ بنا بریں اس خطرہ کے سد باب کے لیے کہ ولد الزنا جائز النسب کا مقام حاصل نہ کرے ، اس کی مزید تشریح جائز النسی کے عنوان کے تحت آرہی ہے اور باب پنجم فصل اول میں مزید تفصیل آرہی ہے ۔

ثبوت نسب بہ حکم شرعی

تشریح

جس کسی مرد اور عورت میں بلا شک و شبہ ازدواجی تعلق (خواہ صحیح ہو یا فاسد) مشہور اور معروف طریقے پر قائم ہو کر شرع اسلام کے مقررہ اصول کے مطابق بچے کی پیدائش ہوتی ہو تو بحکم شرعی بچہ صحیح النسب کہلائے گا۔

طرق ثبوت نسب

ثبوت نسب کے لیے دو طریقے معمول بہ ہیں : ایک قطعی اور دوسرا ظنی

ان طریقوں کو حجت ظنی اور حجت قطعی بھی کہا جاتا ہے (۱۸) حجت قطعی سے مراد حکم شرعی ہے۔ یعنی ایسی حجت جس سے شرعاً نسب ثابت ہو جائے۔

۱۔ چنانچہ اگر ایک مرد ایک عورت سے نکاح کرے اور چھ ماہ سے کم میں اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو وہ اولاد بحکم شرعی اس شوہر کی نہ ہوگی، کیونکہ حمل اس کے نکاح سے پہلے قائم ہوا ہے اور وہ حمل اس کے نطفے سے نہ ہوگا کیونکہ حمل کی مدت چھ ماہ سے کم نہیں ہے اور اگر پورے چھ ماہ یا چھ ماہ سے زائد عرصے میں اولاد پیدا ہو تو وہ اولاد اس شوھر کی ھوگی کیونکہ عورت کا بہ قیام نکاح فراش ہونا بھی موجود ہے اور حمل کی مدت پوری ہے۔

۲۔ جس عورت کو اس کے شوہر نے رجعی طلاق دی ھو اس کے دو سال یا اس سے زیادہ مدت میں بچہ پیدا ہوا۔ ایسی صورت میں اگر اس عورت نے اس مدت کے دوران اپنی عدت گزرنے کا اقرار نہ کیا ہو تو بحکم شرعی بچے کا نسب طلاق دینے والے شوہر سے ثابت ہوگا۔ لیکن اگر عورت نے طلاق کی جتنی مدت کے بعد میں عدت پوری ہوسکتی ہے عدت گزر جانے کا اقرار کر لیا ہو تو بچے کا نسب طلاق دینے والے شوھر سے ثابت نہ ہوگا۔ الا یہ کہ مرد دعویٰ کرے کہ وہ بچہ اسی کا ہے۔ اس کی مزید تفصیل باب دوم فصل دوم میں آرہی ہے) (۱۹)۔ البتہ اگر چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہو تو نسب ثابت ہو جائے گا اس لیے اقرار کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ بچے کا حمل عدت گزرنے سے قبل قرار پایا ہوا تھا (۲۰)۔

۳۔ ایسی عورت کے بچے کا نسب جس کو بائن طلاق دی گئی ھو شوھر سے اس وقت ثابت ہوگا جب کہ بچے کی پیدائش دو سال سے کم مدت میں ہوئی ہو (۲۱)۔ کیونکہ اس صورت میں یہ تصور کی جاسکتا ہے کہ حمل طلاق سے پہلے قرار پایا تھا۔ لیکن اگر تفریق کے پورے دو سال بعد بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ شوھر بچے کا دعویٰ کرے۔ البتہ اگر دوسال ہوتے ہی بچہ پیدا ہوا (یعنی دو سال سے ایک لمحہ بھی زائد نہ ہو سکا) تو بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا (۲۲)۔

۴۔ بیوہ عورت کے بچے کا نسب، اس کے شوھر کی وفات سے دو برس کے اندر ثابت ہوگا (۲۳)۔

اگر اس عورت نے چار ماہ دس یوم ختم ہونے کے بعد عدت ختم ہونے کا اعلان کر دیا پھر پوری چھ ماہ کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا تو متوفی سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر چھ ماہ سے کم میں پیدا ہو اتو نسب ثابت ہو جائے گا (۲۴)۔ وجہ یہ ہے بچہ پیدا ہونے سے عورت کا جھوٹ ثابت ہو گیا یقینی طور پر۔ لہٰذا اس کا اقرار کرنا (کہ عدت ختم ہو گئی ہے) باطل ہو جائے گا۔

امام مالک و امام شافعی کے نزدیک حیض اور طہر (زمانہ پاکی) والی عورت جو عدت میں ہو جب اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار کرے اور اس اقرار کے بعد پورے چھ ماہ یا اس سے زیادہ عرصے میں اس کے بچہ پیدا ہو تو ۴ سال تک کی درمیانی مدت میں بچے کے پیدا ہوجانے کی صورت میں بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا۔

لیکن امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ایسی صورت میں بچے کا حمل اس شوہر سے ثابت نہ ہوگا (مگر بعض حنبلی فقہاء مثلاً امام کرخیؒ وغیرہ اس مسئلے میں امام مالک اور امام شافعی کے ہم خیال ہیں) اسی طرح حنبلی فقہ کی کتاب المغنی میں لکھا ہے کہ اگر آئسہ (وہ عورت جس کا حیض بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو چکا ہو) یا وہ عورت جو اپنے شوہر کی وفات کی عدت میں ہو تو اس کی عدت گزر جانے کے اقرار کے بعد اگر ۴ سال سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ پیدائش اس عورت کے اقرار کے جھوٹے ہونے کا سبب قرار دی جائے گی (۲۵)۔

۵۔ اگر کسی عورت کا شوہر انتقال کر گیا ہو تو شوہر کے انتقال کے وقت سے دو سال کی مدت کے اندر جس وقت بھی بچہ پیدا ہوگا اس کا نسب متوفی کی طرف منسوب کیا جائے گا (۲۶) لیکن امام زفرؒ کے قول کے مطابق وفات کی عدت (چار ماہ دس دن) گزرنے کے بعد اگر چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔ اگر یہ لڑکی بالغہ نہ تھی بلکہ قریب البلوغ تھی اور شوہر کی وفات کے بعد اس کا بچہ پیدا ہوا، اگر یہ بچہ کل دس ماہ دس دن سے کم مدت میں پیدا ہوا ہے تو متوفی سے نسب ثابت ہوگا اور اگر اس کے بعد پیدا ہوا تو نسب ثابت نہ ہوگا۔ کیونکہ چار ماہ دس دن وفات کی عدت ہے اور حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ ہے لہٰذا اگر اس کل یعنی دس ماہ دن دن کے اندر بچہ پیدا ہوا تو یہ اس امر کی دلیل ہوگی کہ عدت میں استقرارِ حمل ہو چکا تھا (۲۷)۔

۶۔ اگر کسی عورت سے نکاح کرنے کی تاریخ سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو جائے تو اسے بچے کا نسب اس شوہر سے ثابت نہ ہوگا اس لیے کہ اس صورت میں نکاح سے پہلے حمل قرار پانا واضح ہے۔ البتہ اگر پورے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں بچہ پیدا ہوا تو بحکم شرعی نسب ثابت ہوگا خواہ شوہر اقرار کرے یا نہ کرے یا خاموش رہے۔ لیکن اگر شوہر نے انکار کیا کہ یہ بچہ اس عورت کے نہیں پیدا ہوا اور دایہ نے اس کی ولادت کی گواہی دے دی تو نسب ثابت ہوجائے گا اور بچے کی صحیح النسبی کے انکار سے شوہر پر لعان واجب ہو جائے گا (۲۸)۔

جائز النسی

۱۔ جائز النسی کے لیے عقد شرعی کے بعد حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہوگی ۔

۲۔ جائز النسی کے لیے حمل کی زائد سے زائد مدت دو سال ہوگی بشرطیکہ قرائن حمل ہو اور شوہر یا اس کے ورثاء انکار و تکذیب نہ کریں ۔ الا یہ کہ اس عرصہ میں زوجین کو کسی وقت بھی ایک دوسرے سے ملنے کا ایسا موقع نہ ملا ہو کہ حمل قرار پا سکتا۔

۳۔ زوجہ کے معتدہ طلاق یا وفات ہونے کی صورت میں اس نے انقضاء عدت (عدت ختم کرنے) کا اقرار نہ کیا ہو ۔ الا یہ کہ شوہر یا اس کے ورثاء دو سال کے بعد بھی مولود کا دعویٰ کریں ۔

۴۔ بصورت اقرار انقضاء عدت ، حمل کی زائد سے زائد مدت وقت اقرار سے (چھ ماہ)۱۸۰ یوم اور وقت فرقت یا موت سے دو سال ہوگی۔

توضیح

مدت کے تعین کے لیے قمری ماہ و سال کا اعتبار کیا جائے گا۔

یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ از روئے شریعت حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے ؟

البتہ حمل کی کم از کم مدت کے بارے میں تمام ائمہ اور فقہاء میں مکمل اتفاق رائے پایا جاتا ہے ۔حمل کی کم از کم مدت کے لیے مندرجہ ذیل قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں ۔ ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ (۲۹)۔ اور﴿وَفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ﴾ (۳۰)۔ جائز النسی کی مزید تشریح باب پنجم فصل اول میں بیان کی جائے گی ۔

فصل سوم

ثبوت نسب کے ذرائع

کتب فقہ میں ثبوت نسب کے حسب ذیل تین ذرائع بیان کئے جاتے ہیں۔ جن کی تعریف وتشریح درج ذیل ہے (ان شاء اللہ)۔

تعریفات

ا۔ ثبوت نسب بذریعہ دعویٰ

کسی مرد اور عورت میں شریعت اسلامیہ کے مطابق ازدواجی تعلق قائم ہو کر بچے کی صحیح النسبی بذریعہ دعویٰ ثابت ہوسکتی ہے۔

۲۔ نسب بذریعہ شہادت

بچے کی صحیح النسبی کا قیاس ان حالات سے کیا جاسکتا ہے جن سے اس کے والدین میں نکاح کا ھونا قیاس کیا جاسکتا ہو۔

الف۔ کسی مرد اور عورت میں ازدواجی تعلق قائم ہو کر شریعت اسلامیہ کے مقررہ اصول میں شک وشبہ کے احتمال کے ساتھ بچے کی پیدائش ہوئی ہو تو اس کا نسب بذریعہ حجت ظنی (شہادت و قیاس) سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

ب۔ قیام نسب کے سلسلے میں شرعی اثبات کے تمام وسائل قبول کیے جائیں گے۔

۳۔ نسب بذریعہ اقرار

جب کسی بچے کا نسب غیر متعین ہو تو شریعت اسلام کے مطابق اقرار کے ذریعہ نسب ثابت کیا جاسکے گا۔ مگر لازم ہے کہ اس اقرار کا اثر، سوائے ماں باپ اور بچے کے، دیگر اشخاص پر ان کی تصدیق کے بغیر نہ پڑے گا۔

تشریحات

ا۔ ثبوت نسب بذریعہ دعویٰ

قیام نسب کے لیے دوسرا ذریعہ ثبوت دعویٰ ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص کسی لڑکے سے متعلق یہ دعویٰ کرے

کہ یہ میرا بیٹا ہے ۔ اس کے بعد اس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے بعد لڑکے کی ماں یہ کہے کہ میں متوفی کی زوجہ ہوں تو یہ عورت متوفی کی زوجہ متصور ہوگی اور لڑکا اس شخص کا بیٹا مانا جائے گا (۳۱) بشرطیکہ اس شخص کا اس لڑکے کے متعلق یہ دعویٰ کرنا کہ یہ اس کا بیٹا ہے عادتاً محال نہ ہو ۔

مثلاً یہ کہ اس شخص اور بیٹے کی عمر میں ایسا تفاوت وفرق نہ پایا جائے کہ اس لڑکے کا اس شخص کا بیٹا ہونا عادتاً محال ہو ۔ جیسے کہ مرد کی عمر ۲۵ سال ہو اور لڑکے کی عمر ۲۰ سال ۔

اگر ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور اس زوجہ کے دو سال یا اس سے زائد میں بچہ پیدا ہوا اور شوہر اس بچے کے متعلق یہ دعویٰ کرے کہ وہ اس کا بچہ ہے تو اس بچے کا نسب اس شخص سے ثابت ہو جائے گا (۳۲)۔

نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچے کی پیدائش کی صورت میں بچے کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ وہ (مرد) اس بچے کا دعویٰ کرے (کہ وہ اس کا ہے) اور یہ نہ کہے کہ وہ زنا کا نتیجہ ہے ۔ یہی صورت اس وقت ہوگی جب کہ ایک زانی شخص نے اس عورت سے نکاح کیا ہو جس کے ساتھ اس نے زنا کیا ہے ، درآنحالیکہ وہ عورت اس مرد سے حاملہ تھی اور نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا ہو تو اس بچے کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ وہ مرد بچے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ زنا کا نتیجہ ہے ۔

۲۔نسب بذریعہ شہادت

ثبوت نسب کا تیسرا ذریعہ شہادت ہے ۔ رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ '' عورتوں کی شہادت جائز ہے ان امور میں جن کے دیکھنے کی مرد اہلیت نہیں رکھتے '' ۔

اگر چہ اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے لیکن اس کو ابن ابی شیبہ نے ابن شہاب زہری سے روایت کیا اور کہا ہے کہ زہری نے فرمایا کہ '' اس بات پر سنت جاری ہو کہ ان امور میں عورتوں کی شہادت جائز ہے جن امور پر سوائے عورتوں کے کوئی اطلاع نہیں پاتا '' اس حدیث کو دارقطنی نے محمد بن عبدالملک واسطی کے واسطہ سے روایت کیا ہے اور محمد بن عبدالملک نے اعمش سے اور انہوں نے ابی وائل سے اور انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ '' نبی ﷺ نے دایہ کی شہادت جائز قرار دی '' ۔ چنانچہ اگر شوہر بقیام نکاح بچے کی ولادت سے انکار کرتا ہے تو ایک دائی کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

امام محمد شیبانیؒ نے بھی اپنی کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی بھی بچہ کے رونے پر (ولادت کے وقت) عورتوں کی شہادت کو جائز سمجھتے تھے ۔ البتہ مطلقہ کے بطن سے پیدا شدہ بچے کے نسب کے بارے میں مرد

کے انکار کی صورت میں امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے ۔

صاحبین کی دلیل

امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ مطلقہ عورت نے دوران عدت بچہ جنا اور عدت موجود ہونے کے سبب وہ اپنے شوہر کی فراش ہے اور فراش ہونے سے نسب لازم ہو جاتا ہے ۔ لہٰذا نسب ثابت کرنے کی ضرورت نہیں اور بصورت انکار اگر ضرورت ہے تو یہ کہ بچہ اس عورت نے جنا ہے اور یہ بات ایک عورت (دایہ) کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی ، جیسا کہ نکاح قائم رہنے کی صورت میں بالاتفاق ثابت ہو جاتی ہے ۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مطلقہ عورت نے وضع حمل کا اقرار کیا تو عدت گزر گئی اور گزری ہوئی چیز حجت نہیں ہوتی ، لہٰذا نئے سرے سے نسب ثابت کرنے کی ضرورت لاحق ہو گی ۔ اس لیے مکمل گواہی شرط ہے ۔ بالفاظ دیگر وضع حمل کیساتھ ہی عدت گذر جانے کے بعد عورت اجنبیہ ہو گئی اور اجنبیہ کے بچے کا نسب اس کے سابق شوہر سے ثابت کرنے لیے حجت یعنی شہادت شرعی (مکمل شہادت) قائم ہونی چاہیے جو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں پر مشتمل ہو ۔

یعنی اگر معتدہ (وہ عورت جو عدت میں ہو) کے اولاد پیدا ہو اور شوہر منکر ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دو مرد یا دو عورتیں اور ایک مرد کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا ۔لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک دائی کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا ۔البتہ اگر حمل ظاہر ہو یا شوہر حمل کا اقرار کرے تو بلاشہادت نسب ثابت ہو گا (۳۳)۔

اگر شوہر بچے کی ولادت سے انکاری ہے تو دائی کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا ۔ شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ اگر معتدہ عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے لڑکا جنا اور شوہر نے اس کی ولادت سے انکار کیا تو اگر قبل ولادت حمل ظاہر نہ تھا اور نہ ہی شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ثبوت نسب کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہو گی ۔لیکن صاحبین کے نزدیک صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے (۳۴)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی شرط ہے ثبوت نسب کے لیے امام مالک کے نزدیک مرد دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے ۔

علمائے حنیفہ کا اجماع

علماء حنیفہ کا اس پر اجماع ہے کہ صحیح اور فاسد ہو تو ایک دائی کی گواہی سے بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ لیکن اختلاف موت اور طلاق کی صورت میں ہے ۔ چنانچہ موت اور طلاق کی صورت میں اکیلی دائی کی گواہی سے امام اعظم کے نزدیک نسب ثابت نہ ہوگا، جب کہ صاحبین کے نزدیک ایک دائی کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

خلاصہ بحث

مندرجہ بالا نظائر کا خلاصہ یہ ہے کہ معتدہ خواہ معتدہ طلاق ہو یا معتدہ وفات طلاق رجعی ہو یا بائن ، بچے کا نسب اس کے باپ سے بصورت انکار اس وقت ثابت ہو گا جب کہ اس عورت سے بچے کی پیدائش پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت نہ دیں یا پہلے سے حمل ظاہر ہو یا شوہر نے اپنی زوجہ کے حاملہ ہونے کا اقرار کر لیا ہو ۔ یہ قول امام اعظم کا ہے ۔

صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں صرف ایک عورت کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ فتویٰ اسی پر ہے ۔

امام اعظم فرماتے ہیں کہ عورت کے وضع حمل کا اقرار کرنے سے شرعاً عدت ختم ہوگئی اور جو چیز گزر چکی ہے وہ آئندہ حکم کے لیے حجت نہیں ہوسکتی لامحالہ ثبوت نسب کے لیے کامل حجت کی ضرورت پیش آئے گی ۔ چنانچہ حجت بذریعہ شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں ، بخلاف اس صورت کے جب واضع طور پر حمل موجود ہو یا شوہر نے حمل کا اقرار کر لیا ہو کیونکہ نسب کا ثبوت پہلے سے موجود ہے اب شہادت کی ضرورت صرف اس لیے ہو گی کہ یہ یقین کیا جائے کہ بچہ اس عورت کے بطن سے پیدا ہوا ہے ۔

اگر معتدہ وفات ، کے بچہ پیدا ہو جس کی تصدیق متوفی کے ورثاء کر دیں اور شہادت کوئی بھی موجود نہ ہو تو اس صورت میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ورثاء کے حق میں بچے کا نسب ثابت ہو گائے گا ۔ البتہ دیگر اشخاص کے حق میں ثابت ہو گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے ۔ بعض فقہاء کے نزدیک اگر متوفی کے ورثاء شہادت کے اھل ہیں تو دیگر تمام افراد کے حق میں بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا ایسی صورت میں بعض فقہاء کے نزدیک یہ شرط ہے کہ متوفی کے ورثاء نے تصدیق نسب شہادت کے لفظ کے ساتھ کی ہو لیکن بعض فقہاء کے خیال میں تصدیق اور اقرار کے لیے شہادت کے لفظ کا استعمال ضروری نہیں اور یہی نقطہ نظر صحیح تسلیم کیا گیا ہے (۳۵)۔

اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد نکاح کی مدت میں زوجین کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو عورت کا

قول معتبر ہو گا، کیونکہ یہاں ظاہر حال کی شہادت عورت کے حق میں ہے یعنی یہ کہ بچے کی پیدائش نکاح کے تحت مانی جائے نہ کہ زنا کا نتیجہ ہو (۳۶)۔

اگر عورت مطلقہ بائنہ یا بیوہ ہو اور اس کے بطن سے اولاد پیدا ہو اور اس کا شوہر یا بصورت وفات اس کے ورثاء اس بچے کے نسب کا انکار کریں اور اولاد دو برس سے کم میں ہوئی ہو اور اس عورت نے عدت کے گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں نسب کی شہادت دے دیں یا حمل ظاہر ہو یا وارث اس کو سچا بتاتیں تو وہ اولاد اس شوہر کی ہو گی (۳۷)۔

۳۔ نسب بذریعہ اقرار

جب کسی بچے کا نسب غیر متعین ہو تو شرع اسلام کے مطابق اقرار کے ذریعہ نسب ثابت کیا جا سکے گا۔ مگر لازم ہے کہ اس اقرار کا اثر ، ما سوائے ماں باپ اور بچے کے ، دیگر اشخاص پر ان کی تصدیق کے بغیر نہ پڑے گا۔

تشریح

جب کسی بچے کا نسب بطریق معمول اپنے باپ سے ثابت نہ ہو یعنی یہ امر ثابت نہ ہو کہ اس کا نطفہ قرار پکڑنے کے وقت اس کے والدین میں صحیح ازدواجی تعلق قائم تھا ، تو شرع اسلام کے تحت اقرار بالنسب کے ذریعہ نسب ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن اگر بچہ کا کس دیگر شخص کے تعلق سے صحیح النسب ھونا ثابت ہو جائے تو اقرار نسب غیر موثر ہو گا ۔ بالفاظ دیگر اقرار بالنسب کے اصول کا اطلاق صرف ایسی صورت میں ہو گا جب کہ نسب غیر متعین اور مبہم ہو ۔

اقرار بالنسب کی شرائط

اقرار بالنسب کا بنیادی اصول یہ ہے کہ صحیح النسبی شرعاً ، عادتاً اور عرفاً ممکن ہو، مثلاً باعتبار عمر وہ شخص اس بچے کا باپ ہوسکتا ہو ، وہ عورت محرمات میں سے نہ ہو اور وہ بچہ کسی دوسرے شخص کی مشہور ومعروف اولاد نہ ہو۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اقرار بالنسب کے اصول کی حیثیت ایک قاعدہ شہادت کی نہیں ہے بلکہ یہ قانون اصلی (Substantive law) کا ایک جزو ہے ۔ چنانچہ اقرار بالنسب کے سلسلے میں عدالتوں کو اسلامی احکام فقہ پر عمل پیرا ہونا چاہیے ۔ اقرار بالنسب کا صریح ہونا ضروری نہیں اگر ایک شخص عادتاً اور علانیہ طور پر اس بچے کے ساتھ مثل اپنی صحیح النسب اولاد کے سلوک کرتا رہا ہے تو اس واقعہ سے صحیح النسبی کا قیاس کیا جاسکتا ہے ۔

حوالہ جات و حواشی باب اول

۱۔ مجموعہ قوانین اسلام، ڈاکٹر تنزیل الرحمن، ج ۱، ص ۱۵۱، باب ۴، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔

۲۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، منشی محبوب عالم، ج ۲، ص ۷۵۵۔

۳۔ الجامع الصحیح للبخاری، امام محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب الفرائض، باب الوَلَدُ لِلْفِراشِ حُرَّۃً کانت أوأمَۃً، ج ۸، ص ۵۱۵۔

۴۔ مجموعہ قوانین اسلام سابق حوالہ، ج ۱، ص ۱۴۷، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

۵۔ رد المختار و درالمختار، ابن عابدین، باب المهر، ج ۲، ص ۳۵۹۔

۶۔ جامع صحیح البخاری، باب اَلوَلَدُ لِلفراش حُرَّۃ، ج ۸، ص ۵۱۶۔

۷۔ البدائع و الصنائع، امام کاسانی (م ۵۸۷ھ)، ج ۴، ص ۳۱۷۔

۸۔ مجموعہ قوانین اسلام سابق حوالہ، ج ۳، ص ۸۴۸۔

۹۔ سورۃ الفرقان: (۲۵) ۵۴۔

۱۰۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، ج ۶، ص ۴۸۶۔

۱۱۔ تفسیر ماجدی اردو، مولانا عبدالماجد دریا بادیؒ ص ۷۴۸، تاج کمپنی لمیٹڈ۔

۱۲۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب الولد لِلفراش، ج ۸ ص ۵۱۶۔

۱۳۔ فتاوی قاضی خان، قاضی خان (م ۵۹۲ھ)، باب حقوق زوجیة، کتاب النکاح، ج ۱، ص ۱۶ (باب اول)۔

۱۴۔ مجموعہ قوانین اسلام، سابق حوالہ، ج ۳، ص ۸۴۸۔

۱۵۔ شرح وقایه، علامہ وحید الزمان، ج ۲ ص ۸۵۔

۱۶۔ جامع الصحیح البخاری، باب الولد للفراش حُرَّۃ، کانت أوأمۃً کتاب الفرائض، ج ۸ ص ۵۱۵،

تشریح حدیث: مذکورہ بالا حدیث جوامع الکلم میں سے ہے اور اکثر محدثین کے نزدیک متواتر ہے (تکملة فتح الملهم: ۱/۸۳)۔ چنانچہ یہ روایت ۲۰ (بیس) سے زائد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ اس روایت میں مذکور لفظ عاہر، حجر، فراش کی تشریح کرنا ضروری ہے۔ تاکہ مفہوم واضح ہو سکے۔

لفظ عاهر سے مراد: لغوی اعتبار سے عَھَرَ یَعْھَرُ (فعل) سے بھی آتا ہے اور نعہتر یَعْھَرُ (باب سمع یسمع) سے بھی آتا ہے، بمعنیٰ زنا کے لیے جانا۔ عَـاھِر اگر مذکر کی صفت ہو تو اس کی جمع عُھّار آتی ہے اور اگر مؤنث کی صفت ہو تو اس کی جمع عَوَاھِرٌ آتی ہے اور مفہوم کے اعتبار سے مطلق زانی کو عَاھِر کہتے ہیں۔

لفظ حجر سے مراد : اور اس روایت میں '' حجر '' سے مراد بعض حضرات نے '' خیبت '' کے معنی لیے ہیں یعنی اس سے رسوائی مراد ہے۔ بعض نے '' رجم '' کے معنی مراد لیے ہیں یعنی '' سنگسار کرنا ''۔

لفظ الفراش سے مراد : لغوی معنی تو بچھونا ہے مگر کبھی ہلکا پھلکا مرد بھی فراش کہلاتا ہے ۔ بلکہ امام ابو عبیدہؒ نے (فُرُشٍ مَرْفُوعَة) میں فرش سے جنت کی عورتیں مراد لی ہیں (جواہر القرآن)۔

فراش کی اقسام: احناف کے نزدیک فراش کی تین اقسام ہیں :(۱) فراش قوی (۲) فراش متوسط (۳) فراشِ ضعیف۔

۱۔ **فراشِ قوی**: فراشِ قوی ، جو منکوحہ کا فراش ہے جس میں نسب بغیر دعویٰ نسب ثابت ہو جاتا ہے ۔ اور انکار سے منتفی نہیں ہوتا الا یہ کہ شوہر لعان کرے ۔

۲۔ **فراشِ متوسط**: جو ام ولد کا فرش ہے اس کے دوسرے بچہ سے نسب بغیر دعوی ثابت ہو جاتا ہے ، یعنی مولی کا سکوت ثبوتِ نسب کے لیے کافی ہے البتہ نسب کی نفی سے نسب منتفی ہو جاتا ہے لعان کی حاجت نہیں ہوتی۔

۳۔ **فراشِ ضعیف** : جو عام باندیوں کا فرش ہے جس میں ثبوت نسب کے لیے دعویٰ ضروری ہے، البتہ مولی پر دیانۃ دعویٰ نسب لازم ہے ۔

حدیث باب کی بناء پر کتب حنفیہ میں یہ مسئلہ لکھا گیا ہے کہ اگر شوہر مشرق میں ہو اور بیوی مغرب میں اور بیوی کے اولاد ہو جائے تب بھی نسب ثابت ہو جاتا ہے خواہ کئی سال سے ملاقات ثابت نہ ہو ، کیونکہ یہ فراش قوی ہے '' الولد للفراش '' اس پر شافعیہ وغیرہ نے اعتراض کیا ہے کہ یہ مسئلہ بالکل غیر معقول ہے ۔ مولانا انور شاہ کشمیریؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ مسئلہ معقول ہے۔ اس لیے کہ اگر بچہ فی الواقع شوہر کا نہ ہو تو شوہر پر لعان کرنا واجب ہے اور ترکِ لعان حرام ، جب خود شوہر اس واجب پر عمل نہیں کر رہا تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی ملاقات ہوتی ہے اور وہ ملاقات ممکن بھی ہے خواہ کراہۃً ہی کیوں نہ ہو ، اور پھر ہمارے زمانہ میں جبکہ تیز رفتار سواریاں ایجاد ہو چکی ہیں اس میں زیادہ استبعاد بھی باقی نہیں رہتا۔

اس کے علاوہ اگر حدیث باب کے الفاظ کو دقت نظر سے دیکھا جائے تو مسلک احناف کی قوت کا اندازہ ہوتا ہے ، اس لیے کہ '' الولد للفراش '' کے بعد '' وللعاهر الحجر '' کا اضافہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ حدیث اس صورت سے بحث کر رہی ہے جب ظاہر مدت سے زنا کا ارتکاب نظر آتا ہے کہ اس صورت میں بھی ولد کی نسبت فراش ہی کی طرف ہو گی۔

حقیقت یہ ہے کہ شریعت نے ثبوت نسب کے معاملہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے اور حتیٰ الامکان نسب کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ غیر ثابت النسب ہونے سے ایک شخص کی زندگی کے اس جرم کے

بغیر برباد ہو جاتی ہے ، اگرچہ شریعت نے اپنے احکام میں ولد الزنا کے ساتھ کوئی خاص امتیاز نہیں برتا لیکن یہ انسان کی فطرت ہے کہ اولاد الزنا کو معاشرہ وہ مقام دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا جو ایک ثابت النسب شخص کو حاصل ہوتا ہے ۔ دوسری طرف نفس الامری نسب کا ثبوت ایک ایسا معاملہ ہے جس کی تحقیق سوائے ماں کے اور کسی کو نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ باپ کو بھی نہیں ۔ اس لیے اس مسئلہ کا مدار اس کی ظاہری علامت یعنی فراش کو بنایا گیا ہے۔ اب جہاں فراش پایا جائے گا وہاں ثبوتِ نسب ہو جائے گا بشرطیکہ کوئی عقلی استحالہ یا شرعی محظور لازم نہ آئے ۔ (یعنی عقلاً وشرعاً ممنوع نہ ہو) اور زیر بحث صورت میں نہ عقلی استحالہ ہے نہ شرعی محظور۔ اس لیے بچہ کی زندگی درست کرنے کے لیے ثابت النسب قرار دینا ضروری ہے اور لعان کی صورت میں شوہر کے حق کی رعایت بھی موجود ہے ۔(دیکھئے: فتح الباری : ۳۶/۱۲ - ۳۷ ، کتاب الفرائض ، باب الولد للفراش الخ ، فیض الباری : ۱۸۹/۳ ، کتاب البیوع ، باب تفسیر المثتجات ، البحر الرائق :۱۵۵/۴ ، باب ثبوت النسب، فتح الباری :۳۵/۱۲ ، کتاب الفرائض باب الولد للفراش ، اور شرح نووی ، صحیح مسلم :۴۷۰/۱، باب الولد للفراش، کتاب الرضاع، دیکھئے: فیض الباری : ۱۸۹/۳، ۱۹۰ ۔

۱۷۔ فتح القدیر ، ابن ہمام (م ۸۶۱ھ)، ج ۳، ص ۳۱۰، مجمع الانہر ، داماد آفندی (م ۱۰۷۸ھ)، ج ۱، ص ۴۷۴۔

۱۸۔ کنز الدقائق ، عبداللہ نسفی مطبوعہ مجتبائی دہلی (م ۷۱۱ھ)، ص ۱۵۰۔

۱۹۔ شرح وقایہ ، علامہ وحید الزمان، ج ۲، ص ۱۵۶۔

۲۰۔ فتح القدیر ، ابن ہمام (م ۸۶۱ھ)، ج ۳، ص ۳۰۱ ۔

۲۱۔ المختصر القدوری ، امام ابو الحسن احمد بن محمد بن جعفر البغدادی القدوریؒ (م ۴۲۲ھ)، ص ۱۷۱۔

۲۲۔ ہدایہ، علامہ ابو الحسن برہان الدین مرغینانی (م ۵۹۳ھ)، ج ۲، ص ۴۳۰ ، فتح القدیر، ابن ہمام (م ۸۶۱ھ)، ج ۳، ص ۳۰۳، شرح وقایہ ، علامہ وحید الزمان، ج ۲، ص ۱۵۶ ۔

۲۳۔ ہدایہ اولین ، علامہ ابو الحسن برہان الدین مرغینانی (م ۵۹۳ھ)، ج ۲، ص ۴۳۱ ۔

۲۴۔ کنز الدقائق ، حافظ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی (م ۸۱۱ھ)، ص ۱۴۹ ۔

۲۵۔ المغنی ، ابن قدامہ مقدسی (م ۶۲۰ھ)، ج ۷ ص ۴۷۹۔

۲۶۔ المختصر القدوری ، امام ابو الحسن احمد بن محمد بن جعفر القدوری (م ۴۴۲ھ)، ص ۱۷۲ ۔

۲۷۔ مجمع الانہر ، داماد آفندی (م ۱۰۷۸ھ)، ج ۱، ص ۴۷۷۔

۲۸۔ فتح القدیر ، ابن ہمام (م ۸۶۱ھ)، ج ۳، ص ۳۰۸ ۔

۲۹۔ سورۃ احقاف :۴۶/۱۵۔

۳۰۔ سورۃ لقمان :۳۱/۱۴۔

۳۱۔ فتح القدیر ، ابن ہمام (م۸۶۱ھ)،ج ۳،ص ۳۰۹ ، شرح وقایہ،علامہ وحید الزمان، ج۳،ص ۱۶۸ ، ھدایہ ، علامہ برہان الدین مرغینانی (م۵۹۳ھ)،ج۲،ص۴۳۳ ، مجمع الانھر ، داماد آفندی (م۱۰۷۸ھ)،ج۱،ص ۴۷۹ ، بدائع الصنائع ، امام الکاسانی (م۵۸۷ھ)،ج۳،ص ۲۱۷۔

۳۲۔ شرح وقایہ ، علامہ وحید الزمان،ج۲،ص ۱۸۳، مجمع الانھر ، داماد آفندی (م۱۰۷۸ھ)،ج۱،ص ۳۷۶ ۔

۳۳۔ المختصر القدوری ، امام ابو الحسن امام احمد بن محمد بن جعفر القدوری (م۴۴۲ھ)،ص ۱۷۲ ، ھدایہ ، علامہ ابو الحسن برھان الدین مرغینانی (م۵۹۳ھ)،ج۲،ص ۴۳۱ ۔

۳۴۔ شرح وقایہ ، علامہ وحید الزمان،ج۲،ص ۱۶۰۔

۳۵۔ فتح القدیر ، ابن ہمام(م ۸۶۱ھ)،ج۳،ص ۲۰۶۔

۳۶۔ فتح القدیر ، ابن ہمام(م۸۶۱ھ)،ج۳،ص ۳۰۹۔

۳۷۔ الفتاوی التاتارخانیہ، ج۳،ص ۷۷ ، کتاب الطلاق علامہ عالم بن العلاء الانصاری الدھلوی ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ، اشرف منزل، د/ ۴۳۷، کارون ایکٹ ، کراتشی ، پاکستان۔

باب دوم

فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام

باب دوم

فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے احکام

فصل اوّل

نکاح کو طلاق کے ساتھ معلق کر کے نکاح کرنا

فصل دوم

طلاق رجعی کے دو سال بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

فصل سوم

طلاق بائن اور مغلظ کے بعد دو سال کے اندر پیدا ہونے والے بچے کا نسب

فصل چہارم

مراھقہ مطلقہ بائنہ یا مغلظہ کے نو ماہ کے دوران پیدا ہونے والے بچے کا نسب

فصل اول

نکاح کو طلاق کے ساتھ معلق کر کے نکاح کرنا

ومن قال ان تزوجتُ فلانة فهی طالق فتزوجها فولدت ولدألستة اشهر من یوم تزوجها فهوابنه وعلیه المهراما النسب فلا نها فراشه لانها لمَّا جاء ت بالولد لستة اشهر من وقت النكاح فقد جاء ت به لا قل منها من وقت الطلاق فكان العلوق قبله فی حالة النكاح و القور ثابت بان تزوجها وهو یخالطها فوافق الانزال النكاح والنسب یحتاط فی اثباته واما المهر فلانه لما ثبت النسب منه جعل واطیاً حكماً فتاكدالمهر به (۱) ۔

ترجمہ: ''اور جس مرد نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو وہ طالقہ ہے ۔ پھر اس سے نکاح کیا۔ پھر نکاح کے وقت سے چھ ماہ پر اس عورت نے بچہ جنا ، تو یہ بچہ اس مرد کا بیٹا ہے ۔اور اس پر پورا مہر واجب ہے ، بہرحال نسب تو اس لیے کہ وہ عورت اس مرد کی فراش ہے کیونکہ جب نکاح کے وقت سے چھ ماہ پر اس نے بچہ جنا تو طلاق کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ لائی ۔ پس علوق طلاق سے پہلے نکاح کی حالت میں ہوا۔ اور امکان بھی ثابت ہے اس طرح پر کہ مرد نے اس عورت سے وطی کرنے کی حالت میں نکاح کیا ۔ اور نکاح ہو جانے پر انزال ہو کر نطفہ ٹھہر گیا ۔ اور نسب ثابت کرنے میں احتیاط کی جاتی ہے ۔ اور بہر حال مہر تو اس لیے کہ جب سے نسب ثابت ہو گیا تو حکماً وطی کرنے والا قرار پایا ۔ پس اس کی وجہ سے پورا مہر ثابت ہو گیا ۔

تشریح

مسئلہ ہے یہ کہ کسی شخص نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت کے ساتھ نکاح کروں تو اس کو طلاق ہے ۔ پھر اس شخص نے اس عورت کے ساتھ نکاح کیا ۔اور اس عورت نے نکاح کے وقت سے چھ ماہ پر ایک بچہ جنا۔ تو یہ بچہ اس کا فرزند ہو گا ۔یعنی بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا ، اور اس شخص پر پورا مہر واجب ہوگا۔ اور اگر چھ ماہ سے زائد مدت میں بچہ پیدا ہوا یا چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا تو اس شخص سے نسب ثابت نہیں ہو گا۔ پہلی صورت میں تو اس لیے نہیں ثابت ہو گا کہ جب بچہ نکاح کے وقت سے چھ ماہ سے زائد میں پیدا تو ممکن ہے کہ علوق طلاق کے بعد ہوا ہو ۔ لہٰذا نہ نسب ثابت ہو گا اور نہ عورت پر عدت واجب ہو گی ۔ اور دوسری صورت میں نسب اس لیے ثابت نہیں ہو گا کہ جب بچہ نکاح کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا تو یقیناً علوق نکاح سے پہلے ہے ۔ لہٰذا اس صورت میں بھی نسب ثابت نہیں ہو گا۔

متن کے مسئلہ میں ثبوت نسب کی دلیل

بہر حال متن کے مسئلہ میں ثبوت نسب کی دلیل یہ ہے کہ عورت اس کی فراش ہے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' الولد للفراش وللعاھر الحجر '' یعنی بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے (۲)۔

اور زانی کے لیے پتھر کی سزا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کی راویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

'' الولد لصاحب الفراش '' '' بچہ صاحب فراش کا ہے'' (۳)۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت امام کرخی نے فراش کی تفسیر عقد کے ساتھ کی ہے۔ یعنی بچہ صاحب عقد نکاح کے لیے ہوتا ہے۔

صاحب ہدایہ، برھان الدین مرغینانیؒ نے اس دلیل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب نکاح کے وقت سے چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا تو لازماً طلاق کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ کی ولادت ہوگی۔ اور جب طلاق کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو گویا نکاح کی حالت میں طلاق سے پہلے علوق (وطی) ہوا۔ اور وطی اور علوق کا امکان بھی موجود ہے۔ اس طرح پر کہ اس عورت کے پیٹ پر لیٹ کر نکاح کیا۔ اور لوگوں نے ان کے ایجاب و قبول (جو نکاح کی شرائط میں سے ہے) سن بھی لیا۔ اور نکاح ھو جانے پر انزال ہو کر نطفہ قرار پایا۔

اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ یہ تصور بہت بعید اور امرنادر ہے تو مناسب یہ ہے کہ نسب ثابت نہ ہو تو جواب یہ ہوگا کہ نسب ثابت کرنے میں احتیاط کی جاتی ہے۔ لہٰذا استحساناً نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور بعض فقہائے کرام نے کہا کہ اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں۔ نسب ثابت کرنے کے لیے فراش کا موجود ہونا کافی ہے۔ اور امکان دخول کے اعتبار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ نکاح وطی کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جیسے زوجین کے درمیان ایک سال کی مسافت ہے۔ پھر چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ دخول اور وطی کا وہم بھی نہیں ہے۔ مگر بعض حضرات نے مشائخ کے اس قول کو رد فرمایا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ثبوت نسب کے لیے وطی کا متصور اور ممکن ہونا شرط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر نا بالغ کی بیوی سے بچہ پیدا ہوا، تو اس بچہ کا نسب نا بالغ سے ثابت نہیں ہوتا۔ اور بعض فقہاء کا یہ کہنا کہ اگر شوہر مشرق میں رہتا ہے اور بیوی مغرب میں اور دونوں کے درمیان ایک سال کی منافقت ہے۔ اور چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو اس مشرقی سے بچہ کا نسب ثابت ہو جاتا ہے، درانحالیکہ اس صورت میں (وطی) دخول متصور اور ممکن نہیں۔

متن کے مسئلہ میں ثبوت نسب کی دلیل

بہر حال متن کے مسئلہ میں ثبوت نسب کی دلیل یہ ہے کہ عورت اس کی فراش ہے ۔ اور حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' الولد للفراش وللعاهر الحجر '' یعنی بچہ صاحب فراش کا ہوتا ہے (۲)۔

اور زانی کے لیے پتھر کی سزا ہے ۔

اس حدیث مبارکہ کی راویہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

'' الولد لصاحب الفراش '' '' بچہ صاحب فراش کا ہے'' (۳) ۔

اس حدیث کے راوی حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ ہیں ۔ حضرت امام کرخی نے فراش کی تفسیر عقد کے ساتھ کی ہے ۔ یعنی بچہ صاحب عقد نکاح کے لیے ہوتا ہے ۔

صاحب ہدایہ ، برھان الدین مرغینانیؒ نے اس دلیل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب نکاح کے وقت سے چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا تو لازماً طلاق کے وقت سے چھ ماہ سے کم مین بچہ کی ولادت ہوگی ۔ اور جب طلاق کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو گویا نکاح کی حالت میں طلاق سے پہلے علوق (وطی) ہوا۔ اور وطی اور علوق کا امکان بھی موجود ہے ۔ اس طرح پر کہ اس عورت کے پیٹ پر لیٹ کر نکاح کیا۔ اور لوگوں نے ان کے ایجاب وقبول (جو نکاح کی شرائط میں سے ہے) سن بھی لیا ۔ اور نکاح ھو جانے پر انزال ہو کر نطفہ قرار پایا ۔

اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ یہ تصور بہت بعید اور امرنادر ہے تو مناسب یہ ہے کہ نسب ثابت نہ ہو تو جواب یہ ہوگا کہ نسب ثابت کرنے میں احتیاط کی جاتی ہے ۔ لہٰذا استحساناً نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور بعض فقہائے کرام نے کہا کہ اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ۔ نسب ثابت کرنے کے لیے فراش کا موجود ہونا کافی ہے ۔ اور امکان دخول کے اعتبار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ کیونکہ نکاح وطی کے قائم مقام ہوتا ہے ۔ جیسے زوجین کے درمیان ایک سال کی مسافت ہے ۔ پھر چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا ۔ اگرچہ دخول اور وطی کا وہم بھی نہیں ہے ۔ مگر بعض حضرات نے مشائخ کے اس قول کو رد فرمایا ہے ۔ انہوں نے فرمایا کہ ثبوت نسب کے لیے وطی کا متصور اور ممکن ہونا شرط ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اگر نا بالغ کی بیوی سے بچہ پیدا ہوا ، تو اس بچہ کا نسب نا بالغ سے ثابت نہیں ہوتا ۔ اور بعض فقہاء کا یہ کہنا کہ اگر شوہر مشرق میں رہتا ہے اور بیوی مغرب میں اور دونوں کے درمیان ایک سال کی منافقت ہے ۔ اور چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو اس مشرقی سے بچہ کا نسب ثابت ہو جاتا ہے ، درانحالیکہ اس صورت میں (وطی) دخول متصور اور ممکن نہیں ۔

حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ میں حبشہ میں تھی کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نجاشی نے میرا نکاح کرایا اور ۴ (چار) ہزار درھم یا ۴ (چار) سو دینار مہر ادا کیا اور کچھ جہیز بھی اپنی طرف سے مجھے دیا حالانکہ باقی ازواج وطہرات کا مہر ۴ (چار) سو درھم تھا(۶)۔

تاہم سورۃ النساء میں ہدایت آئی ہے کہ مہر میں باہمی رضامندی سے کمی بیشی جائز ہے۔ اس سورہ میں مہر کے بارے مین وسیع ہدایات ملتی ہیں۔ یعنی یہ خوشی سے دنیا چاہیے اور ضرور دینا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ ۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْماً حَكِيْمًا﴾(۷)۔

(اور (حرام کی گئیں) شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں آجائیں، اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں، اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو، برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کرنے کے لیے، اس لیے جن سے تم فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو، اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کر لو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے)۔

اس طرح سورۃ بقرہ میں آیا ہے کہ:

﴿لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتٰعاً ۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقّاً عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾۔

”تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو قبل اس کے ہاتھ لگانے کی نوبت کرے یا مہر مقرر ہو اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیے خوشحال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب (آدمی) اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے یہ حق ہے نیک آدمیوں پر“ (۸)۔

﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّا أَنْ يَعْفُوْنَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِى بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَأَنْ تَعْفُوْآ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ میں حبشہ میں تھی کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نجاشی نے میرا نکاح کرایا اور ۴ (چار) ہزار درھم یا ۴ (چار) سو دینار مہر ادا کیا اور کچھ جہیز بھی اپنی طرف سے مجھے دیا حالانکہ باقی ازواج وطہرات کا مہر ۴ (چار) سو درھم تھا(٦)۔

تاہم سورۃ النساء میں ہدایت آئی ہے کہ مہر میں باہمی رضامندی سے کمی بیشی جائز ہے۔ اس سورہ میں مہر کے بارے مین وسیع ہدایات ملتی ہیں۔ یعنی یہ خوشی سے دنیا چاہیے اور ضرور دینا چاہیے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُناحَ عَلَيْكُمْ فِيما تراضيتم بِهٖ مِنۢ بعْدِ الفرِيضةِ ۭ اِنّ اللّٰه كان علِيماً حَكِيمًا﴾(۷)۔

(اور (حرام کی گئیں) شوہر والی عورتیں مگر وہ جو تمہاری ملکیت میں آجائیں، اللہ تعالیٰ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں، اور ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئیں کہ اپنے مال کے مہر سے تم ان سے نکاح کرنا چاہو، برے کام سے بچنے کے لیے نہ کہ شہوت رانی کرنے کے لیے، اس لیے جن سے تم فائدہ اٹھاؤ انہیں ان کا مقرر کیا ہوا مہر دے دو، اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کر لو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے)۔

اس طرح سورۃ بقرہ میں آیا ہے کہ:

﴿لَاجُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَالَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتٰعًا ۢ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ﴾۔

”تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اپنی عورتوں کو طلاق دے دو قبل اس کے ہاتھ لگانے کی نوبت کرے یا مہر مقرر ہو اس صورت میں انہیں کچھ نہ کچھ دینا ضرور چاہیے خوشحال آدمی اپنی مقدرت کے مطابق اور غریب (آدمی) اپنی مقدرت کے مطابق معروف طریقے سے دے یہ حق ہے نیک آدمیوں پر“ (۸)۔

﴿وَاِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّا أَنْ يَعْفُوْنَ أَوْ يَعْفُوَا الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْآ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

فصل دوم

طلاق رجعی کے دو سال بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

قال و يثبت نسب ولد المطلقة الرَّجعية اذاجاء ت به لسنتين او اكثر مالم تقربا نقضاء عدتها لاحتمال العلوق فی حالة العدة لجواز انها تكون ممتدة الطهر وان جاء ت به لاقل من سنتين بانت من زوجها بانقضاء العدة و ثبت نسبه لوجود العلوق فی النكاح اوفی العدة ولا يصير مراجعاً لانه تحمل العلوق قبل الطلاق و تحمل بعده فلا يصير مراجعاً بالشك وان جاء ت به لا كثر من ثنتين كانت رجعة لانَّ العلوق بعد الطلاق والظاهر انه منه لا نتفاء الزناء منها فيصير بالوطی مراجعاً......(۱۱)۔

ترجمہ: '' فرمایا کہ جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو اس کے بچہ کا نسب ثابت ہو گا بشرطیکہ اس نے بچہ دو سال یا دو سال سے زیادہ میں جنا ہو جب تک عورت نے اپنی عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔ کیونکہ احتمال ہے کہ عدت کی حالت میں نطفہ رہا ہو۔ اس لیے کہ ممکن ہے کہ یہ عورت ممتدہ طہر ہو۔ اور اگر اس عورت نے دو سال سے کم میں بچہ جنا ہو تو وہ اپنے شوہر سے بائنہ ہو گئی۔ عدت گذر جانے کی وجہ سے، اور بچہ کا نسب، (شوہر سے) ثابت ہو گیا۔ کیونکہ علوق (نطفہ) نکاح میں پایا گیا یا عدت میں۔ اور شوہر رجعت کرنے والا نہیں ہو گا۔ اس لیے علوق قبل الطلاق کا احتمال ہے اور بعد الطلاق کا بھی احتمال ہے لہٰذا شوہر شک کی وجہ سے رجعت کرنے والا نہیں ہو گا۔ اور اگر اس عورت نے دو سال سے زائد میں بچہ جنا تو رجعت ہو جائے گی۔ کیونکہ علوق بعد الطلاق ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ نطفہ اسی مرد سے ہو۔ اس لیے کہ عورت سے زناء مُنتَفِی ہے پس وہ وطی سے مراجعت کرنے والا ہو جائے گا۔

تشریح

الف۔ صورت مسئلہ نمبر ۲ یہ ہے کہ ایک عورت جس کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی (جس میں بغیر نکاح ایام عدت میں بیوی بنا سکتا ہے) دی ہے اس نے طلاق کے وقت سے دو سال پر یا دو سال سے زیادہ ہر بچہ جنا تو شوہر سے اس بچہ کا نسب ثابت ہو گا۔ بشرطیکہ عورت نے عدت گذر جانے کا اقرار نہ کیا ہو۔ دلیل یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ عورت ممتدہ طہر ہو۔ اور طہر کے دراز ہونے کی وجہ سے اس کی عدت دراز ہو گئی ہو۔ اور شوہر نے عدت کے زمانے میں وطی کر لی ہو۔ کیونکہ معتدہ رجعیہ کے ساتھ وطی

(جماع) کرنا حلال ہے پس اس جماع و مباشرت سے رجعت بھی ثابت ہو گئی ۔ اور بچہ کا نسب بھی ثابت ہو جائے گا۔

ب۔ اور اگر دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہے تو یہ عورت اپنے شوہر سے بائنہ (علیحدہ) ہو گئی اور بچہ کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہو جائے گا۔ بائنہ تو اس لیے ہو گئی کہ وضع حمل کی وجہ سے بائنہ ہو جاتی ہے۔

اور ثبوت نسب کی وجہ یہ ہے کہ اگر وطی جماع حالت نکاح میں کی گئی ہے تب تو ظاہر ہے ۔ اور اگر دوران عدت میں وطی کی گئی ہے کہ تب بھی نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ معتدہ رجعیہ کے ساتھ وطی کرنا شرعاً حلال ہے ۔ لیکن شوہر اس وطن سے مراجعت کرانے والا شمار نہیں ہو گا ۔ اس لیے کہ اگر یہ احتمال ہے کہ وطی طلاق کے بعد کی گئی ہے تو یہ بھی احتمال ہے کہ طلاق سے پہلے وطی کی گئی ہو ۔ پس رجعت میں شبہ ہو گیا ۔ اور شبہ اور شک کی وجہ سے رجعت ثابت نہیں ہوتی ۔ اس وجہ سے اس صورت میں رجعت ثابت نہیں ہو گی ۔

ج۔ اور اگر بچہ طلاق کے وقت سے دو سال سے زیادہ میں پیدا ہوا تو بلا شبہ رجعت ثابت ہو جائے گی ۔ کیونکہ اس صورت میں علوق یقیناً طلاق کے بعد ہوا ہے اس لیے اکثر مدت حمل دو سال ہے اور ظاہر حال یہی ہے کہ یہ علوق اس شخص سے ہوا ہو گا ۔ کیونکہ عورت کی طرف سے زناء منتفی ہے پس جب زمانہ عدت میں مطلقہ رجعیہ کے ساتھ وطی کی گئی ہے تو یہ شخص اس وطی کی وجہ سے مراجعت کرنے والا شمار ہو گا ۔

طلاق بائن سے مراد یہ ہے کہ جس میں شوہر بغیر نکاح کے کیے عورت کو بیوی نہیں بنا سکتا۔

طلاق رجع ، میں بغیر نکاح ایام عدت میں بیوی بنا سکتا ہے ۔

عدت مطلقہ اور طلاق رجعی

﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ أَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ أَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾۔

''مطلقہ عورتیں تین حیض تک انتظار کریں ۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتی ہیں تو انہیں یہ جائز

نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اسے چھپائیں اور ان کے خاوند اگر اصلاح کا ارادہ کریں تو انہیں لوٹانے کا زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان عورتوں کے لیے بھی ایسے ہی حقوق ہیں جیسے حقوق ان پر ہیں لیکن بھلے طریقے سے ۔ اور مردوں کو ان پر فوقیت حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے'' (۱۲)۔

مذکورہ آیت مبارکہ عدت اور رجعت کو بیان کرتی ہے ۔عدت کے بارے میں ارشاد ہے : '' مطلقہ عورتیں تین حیض تک انتظار کریں''۔

کشاف اور دیگر تفاسیر میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ آزاد حائضہ مدخول بہا مطلقہ عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں اور نکاح ثانی میں جلدی نہ کریں۔ یہ قیود ہم نے اس لیے لگائی ہیں کہ لونڈی کی عدت دو حیض کامل ہے تین کامل نہیں اور غیر حائضہ یعنی آئسہ وصغیرہ کی عدت تین ماہ ہے اور غیر مدخول بہا کی کوئی عدت نہیں ۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ جب فرقت بغیر طلاق ہو تو بھی معنی طلاق ہی کی طرح ہے کیونکہ وجوب عدت اس لیے ہے کہ پتہ چل جائے کہ عورت کا رحم خالی ہے اور فرقت بغیر طلاق میں بھی یہ علت موجود ہے(۱۳)۔

رجعت کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

''یعنی ان عورتوں کے خاوند عدت کے اندر اندر رجعت کے زیادہ مستحق ہیں'' ۔ اس کے بعد بغیر تجدید نکاح رجعت نہیں ۔ یہ جملہ گویا وَلَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَکْتُمْنَ کا معلل ہے اور وہ اس کی علت ہے یعنی اگر اس عرصہ میں ان پر ظاہر ہو جائے کہ ان کے رحم میں کیا ہے جنہیں یا حیض تو خاوندوں سے اسے چھپانا ان کے لیے جائز نہیں کیونکہ ان کے خاوند اس دوران رجعت کے زیادہ حق دار ہیں ۔ اگر انہوں نے جنین (پیٹ کے بچہ) کو اپنے خاوندوں پر ظاہر نہ کیا تو یہ غالباً باعث فراق ہوگا اور عدت جلدی ختم ہو جائے گی۔

فصل سوم

طلاق بائن اور مغلظ کے بعد دو سال کے اندر پیدا ہونے والے بچے کا نسب

والمبتوتة يثبت نسب ولدها اذا جاء ت به لاقلّ من سنين لا نه تحمل ان يكون الولد قائماً وقت الطلاق فلا يتيقن بزوال الفراش قبل العلوق تبثت النسب احتياطاً واذا جاء ت به لتمام سنتين من وقت الفرقة لم يثبت لاّن الحمل حادث بعد الطلاق فلايكون منه لان وطيها حرام الا ان يدعيه لانه التزمه وله وجه بان وطيها بشبهة فى العدة ..... (۱۴)۔

ترجمہ : اور وہ عورت جس کو طلاق بائن دی گئی ہو اس کے بچہ کا نسب (شوہر سے) ثابت ہو جائے گا۔ جبکہ اس نے اس کو دو سال سے کم میں جنا۔ اس لئے کہ طلاق کے وقت بچہ کے موجود ہونے کا احتمال ہے۔ پس علوق سے پہلے فراش کے زائل ہونے کا یقین نہیں ہے۔ لہٰذا احتیاطاً نسب ثابت ہو جائے گا۔

اور اگر میں عورت نے فرقت کے وقت سے پورے دو سال پر بچہ جنا تو نسب ثابت نہ ہو گا۔اس کے کہ حمل طلاق کے بعد پیدا ہوا ہے۔تو اس مرد سے نہ ہوگا۔ کیونکہ (شوہر کا) اس عورت کے ساتھ وطی کرنا حرام ہے۔مگر یہ کہ وہ اس کا مدعی ہو۔کیونکہ اس نے اس کا نسب اپنے ذمہ خود لازم کر لیا۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے عدت کے اندر شبہ میں وطی کی ہو۔

تشریح

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو ایک طلاق بائن یا تین طلاقیں دی گئی ہوں اور پھر فرقت کے وقت سے دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا نسب اس مطلقہ بائنہ کے شوہر سے ثابت ہو جائے گا۔ دلیل یہ ہے کہ یہ احتمال موجود ہے کہ طلاق کے وقت بچہ کا نطفہ قرار پانے سے پہلے عورت کا فراش (بچھونا) صحیح ہونا زائل ہو گیا تھا۔ لہٰذا احتیاطاً نسب ثابت ہو گا۔

اگر فرقت کے وقت سے پورے دو سال پر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں حمل بالیقین طلاق کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اس لیے کہ اگر طلاق سے پہلے حدوثِ حمل تسلیم کیا جائے تو مدت حمل دو سال سے زیادہ ہو جائے گی۔ حالانکہ یہ باطل ہے پس جب حمل بعد الطلاق پیدا ہوا اور مرد کا مطلقہ بائنہ سے وطی کرنا حرام ہے، تو ثابت ہو گیا کہ یہ حمل اس مرد کے نطفہ سے نہیں ہے اور جب حمل اس کے نطفہ سے نہیں ہے تو اس سے نسب بھی ثابت نہیں ہو گا۔ ہاں اگر یہ شخص اس کا مدعی ہو کہ یہ بچہ میرے ہی نطفہ سے ہے، تو

اس سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ اگرچہ بچہ فرقت (زوجہ) کے وقت سے دو سال سے زائد مدت میں پیدا ہوا ہو۔

دلیل

دلیل یہ ہے کہ اس شخص نے اس بچہ کا نسب خود اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے اور اس کی ایک شرعی توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس شخص نے عدت کے زمانہ میں حلال سمجھ کر اس معتدہ بائنہ کے ساتھ وطی کر لی ہو۔ اور چونکہ ثبوت نسب میں احتیاط کی جاتی ہے اس لیے صورت میں بھی نسب ثابت ہو جائے گا۔

تعریفات

طلاق رجعی

طلاق رجعی سے ایسی طلاق مراد ہے جس میں انقضائے عدت کے بعد فرقت واقع ہوتی ہے اور دوران عدت مرد کو اپنی زوجہ سے، بلا تجدید نکاح، رجوع کرنے کا حق ہوتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے مگر طلاق کے ساتھ بائن کا لفظ استعمال نہ کرے مثلا یوں کہے کہ میں نے تجھے طلاق دی یا طلاق کے ساتھ ایک دو کا لفظ بھی استعمال کرے تو یہ طلاق رجعی ہو گی اور مرد عورت کے اندر اپنی بیوی سے رجوع کر سکتا ہے خواہ بیوی راضی ہو یا نہ ہو (۱۵)۔

رجعت کا مفہوم

زوجہ کو ایک بار یا دو بار طلاق رجعی دینے کی صورت میں شوہر کو بلا مرضی زوجہ اور بلا نکاح یا مہر جدید قولاً یا فعلاً اپنی زوجہ سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہو گا، بشرطیکہ بوقت رجوع عدت ختم نہ ہوئی ہو۔

تشریح

رجعت نکاح کو حسن سابق قائم رکھنے کا نام ہے۔ فقہی اصلاح میں مرد کا اپنی زوجہ مطلقہ سے بقیام نکاح و بدوران عدت و بلا رضا مندی زوجہ و بغیر مہر جدید ملکیت استمتاع کا بذریعہ قول وفعل دوام چاہتا ''رجعت'' کہلاتا ہے (۱۶)۔

رجعت کا اثر مہر پر

درالمختار میں باب الرجعت میں خلاصہ و حاشیہ المزنی کے حوالے سے لکھا ہے کہ طلاق رجعی کی صورت میں مہر موجل (defferred dower) مہر معجّل (Prompt dowe) ہو جاتا ہے۔ اور جب مہر ایک مرتبہ

معجّل ہو گیا تو رجوع کے سبب پھر موجل (defferred) نہیں ہو سکتا کیونکہ مدت ساقط ہو گی ۔

طلاق بائن صغریٰ

طلاق بائن صغریٰ سے ایسی طلاق مراد ہے جس کے نتیجہ میں فوری طور پر بدون انقضائے عدت فرقت واقع ہو جاتی ہے اور مرد و عورت کے مابین رشتہ زوجیت منقطع ہو جاتا ہے ۔ شوہر اپنی بیوی سے دوران عدت رجوع نہیں کر سکتا ۔ البتہ عدت کے بعد اگر فریقین باہم راضی ہوں تو از سر نو نکاح کر سکتے ہیں ۔ چنانچہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق دے اور اس کے ساتھ بائن کا لفظ استعمال کرے مثلاً یوں کہے کہ میں تجھے ایک طلاق بائن یا دو طلاق بائن دیتا ہوں تو امام شافعی کے علاوہ مذاہب ثلاثہ کی رو سے اس عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور مرد عدت کے زمانہ میں اپنی بیوی سے رجوع نہیں کر سکتا ۔ البتہ یہی شوہر عدت میں یا عدت گزارنے کے بعد دونوں باہمی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں ۔

طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ

طلاق بائن کبریٰ یا طلاق مغلظہ سے ایسی طلاق مراد ہے جس کے نتیجہ میں مرد اس عورت سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا۔ تاوقتیکہ اس کی مطلقہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے اس سے مجامعت کے بعد طلاق حاصل نہ کرے یا وہ مرد فوت نہ ہو جائے ۔ جمہور فقہاء کے نزدیک یہ طلاق اس وقت واقع ہوتی ہے جب کہ مرد اپنی بیوی کو بیک وقت یا متفرق اوقات میں بلفظ واحد یا متفرق کلمات سے تین طلاقیں دے دے (۱۷)۔

غیر مدخولہ کو طلاق

اگر زوجہ غیر مدخولہ ہو یعنی اس سے صحبت نہ ہوئی ہو اور اس کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی جائیں تو تینوں طلاقیں ایک ساتھ واقع ہوں گی اور وہ عورت بدون حلالہ اس مرد سے دوبارہ نکاح نہ کر سکے گی ۔

البتہ اگر تین طلاقیں فرداً فرداً دی گئیں تو پہلی طلاق سے وہ زوجہ بائن ہو جائے گی باقی دو طلاقیں بے اثر رہیں گی ۔ اس صورت میں حلالہ کے بغیر مرد و عورت باہم نکاح جدید کر سکتے ہیں ۔

احناف کا یہی مسلک ہے ۔ ان کے نزدیک یوں کہ اس نے تین طلاقیں ایک ساتھ دی ہیں ایسے تینوں ایک ساتھ واقع ہوں گی اگر متفرق طور پر دنیا تو صرف پہلی طلاق واقع ہے اس لیے کہ وہ عورت (غیر مدخولہ) پہلی ہی طلاق کے بعد بائن ہو گی (۱۸)۔

فصل چہارم

مراھقہ مطلقہ بائنہ یا مُغَلِظَّہ کے بچے کا نسب

فان كانت المبتوتة صغيره يجامع مثلها فجاء ت بولد لتِسعة اشهر لم يلزمه حتىٰ تاتى به لاقل من تسعة اشهر عندابى حنفيةؒ و محمدؒ وقال ابو يوسفؒ يثبت النسب منه الىٰ سنتين لانها معتدة يحتمل ان تكون حاملاً ولم تقربا نقضاء العدة فاشبهت الكبيره ولهما ان لا نقضاء عدتها جهة معينة وهو الا شهر فمضيها يحكم الشرع باالا نقضاء وهوفے الدلالة فوق اقرارها لا نه لا يحتمل الخلاف والا قرار يحتمله وان كانت مطلقه طلاقاً رجعياً فكذالك الجواب عندهما وعنده يثبت الى سبعة و عشرين شهراً لانه يجعل واطياًفى آخر العدة وهى الثلاثة الاشهر ثم تاتى به لا كثر مدة الحمل وهُوَ ...... سنستان وان كانت الصغيره ادعت الحبل فے العدة فالجواب فيها وفى الكبيرة سواء لان باقرار ها يحكم بَبلُوُغها(١٩)۔

ترجمہ: پس اگر مطلقہ بائنہ ایسی صغیرہ ہے جس سے جماع کیا جاسکتا ہے۔ پھر (طلاق کے وقت سے) نو ماہ پر بچہ جنا، تو مرد کے ذمہ اس کا نسب لازم نہ ہوگا۔حتی کہ (اگر) نو ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو (نسب ثابت ہو گا) یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ دو سال تک اس سے نسب ثابت ہو گا۔ ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ اس معتدہ میں احتمال ہے کہ حاملہ ہو۔ اور اس نے عدت گذر جانے کا اقرار نہیں کیا ہے۔ پس بالغہ عورت کے مشابہ ہو گی۔ اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اس عورت کی عدت گذر جانے کا ایک وقت معین ہے اور وہ عدت کے مہینہ ہیں۔ تو ان کے گذر جانے پر شریعت نے اس کی عدت گذرنے کا حکم دے دیا۔ اور یہ اس عورت کے اقرار سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ شرع خلاف کا احتمال نہیں رکھتا ہے۔ اور اقرار اس کا احتمال رکھتا ہے۔ اور اگر اس صغیرہ کو طلاق رجعی دی گئی ہو، تو طرفین کے نزدیک یہی حکم ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ستائیس ماہ تک نسب ثابت ہو گا۔ کیونکہ عدت کے آخر میں شوہر کو وطی کرنے والا قرار دیا جائے گا اور وہ تین ماہ ہیں۔ پھر یہ عورت اکثر مدت حمل میں بچہ لائی اور وہ دو سال ہیں۔ اور اگر صغیرہ نے عدت کے اندر حاملہ ہونے کا دعویٰ کیا ہو۔تو اس میں اور کبیرہ میں حکم یکساں ہے۔ کیونکہ صغیرہ کے اقرار حمل سے اس کے بالغہ ہونے کا حکم دے دیا جائے گا۔

تشریح

مراھقہ مطلقہ بائنہ کے بچے کا نسب

مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ عورت جسکو ایک طلاق بائن یا تین طلاقیں دی گئی ہوں ، ایسی نا بالغہ ہے جس کے ساتھ جماع کیا جاسکتا ہے اور پھر طلاق کے وقت سے نو ماہ پر اس نے بچہ جنا ، اور اس عورت نے عدت گذرنے کا بھی اقرار نہیں کیا ، تو ایسی صورت میں اس کے شوہر کے ذمہ نسب لازم نہیں ہو گا ۔ ہاں ! اگر نو ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہو گیا تو نسب ثابت ہو جائے گا ۔ یہ تفصیل طرفین کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ طلاق کے وقت سے دو سال تک نسب ثابت ہو گا (فتویٰ اس پر ہے)۔

دو سال کے بعد بچے کے نسب کا ثبوت

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہمارا کلام مراہقہ مدخول بہا میں ہے اور مراہقہ مدخول بہا حاملہ ہونے کا احتمال رکھتی ہے۔ اور حاملہ ہونے کے وقت میں دو احتمال میں ایک یہ کہ وہ طلاق کے وقت ہی حاملہ تھی تو اس صورت میں وضع حمل سے اس کی عدت گذر جائے گی ۔ اور نسب ثابت ہو جائے گا ۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ وہ تین ماہ کے ساتھ عدت گذر جانے کے بعد حاملہ ہوتی ہے ۔ پس یہ مراہقہ بالغہ کے مشابہ ہو گئی ۔ اس لیے کہ اس نے عدت گذرنے کا اقرار نہیں کیا۔ لہٰذا بالغہ کی طرف دو سال تک اس کے بچہ کا نسب ہو گا ۔

طرفین کی دلیل

طرفین کی دلیل یہ ہے کہ اس عورت کی عدت گذر جانے کا ایک وقت معین سب کو معلوم ہے اور وہ عدت کے تین ماہ ہیں ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَٱلَّٰٓئِي لَمۡ يَحِضۡنَ ﴾۔(اور ایسے ہی جن کو ابھی حیض نہیں آیا (ان کی عدت تین ماہ ہے)) (۲۰)۔

سورۃ بقرۃ میں مطلقہ حائضہ کی عدت اور خاوند کی موت والی کی عدت کا بیان آیا ہے ۔ اس آیت میں ان عورتوں کی عدت کا بیان ہے جو غیر حائضہ ہیں ۔

غیر حائضہ کی تین اقسام ہیں ۔

۱۔ آئسہ جن کا حیض بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو چکا ہو۔

۲۔ صغیرہ ، جو نابالغ ہو اور ابھی اسے حیض آنا شورع ہی نہ ہوا ہو۔ اور

۳۔ حاملہ

آئسہ اور صغیرہ کی عدت تین ماہ ہے ۔ پس ان تین ماہ کے گذر جانے پر شریعت اس کی عدت گذرنے کا حکم دے گئی ۔ خواہ یہ عورت عدت گذرنے کا اقرار کرے یا اقرار نہ کرے ۔ اور انقضاء عدت پر دلالت کرنے میں شریعت کا حکم عورت کے اقرار سے بڑھ کر ہے ۔

کیونکہ حکم شرع خلاف کا احتمال نہیں رکھتا ہے ۔ اور عورت کا اقرار خلاف اور جھوٹ کا احتمال رکھتا ہے ۔ پس اگر عورت عدت گذرنے کا اقرار کر لیتی اور اس کے بعد چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا ہوتا تو نسب ثابت نہ ہوتا۔ اس طرح جب شریعت نے عدت گذرنے کا حکم دیا اور چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا تو بھی نسب ثابت نہیں ہوتا ۔ پس ثابت ہو گیا کہ اگر مراہقہ (بلوغ کے قریب لڑکی) نے طلاق کے وقت سے نو ماہ پر بچہ جنا تو اس بچہ کا نسب ثابت نہیں ہو گا۔

صغیرہ مطلقہ رجعیہ کے بچے کا نسب

اور اگر وہ صغیرہ مطلقہ رجعیہ ہو تو طرفین کے نزدیک یہی حکم ہے ۔ یعنی اگر طلاق کے وقت سے نو ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا ، ورنہ نہیں ، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ستائیس ماہ تک نسب ثابت ہو جائے گا۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ مطلقہ رجعیہ کے ساتھ عدت کے زمانہ میں وطی کرنا جائز ہے ۔ اس لیے ممکن ہے کہ عدت کے آخری وقت میں وطی کی ہو ۔ اور پھر اکثر مدت حمل میں بچہ کی ولادت ہوئی ہو، تو اس طرح ستائیس ماہ ہو جائیں گے ۔ تین ماہ عدت کے اور چوبیس ماہ اکثر مدت حمل کے ۔

لہٰذا اگر طلاق کے وقت سے ستائیس ماہ پر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت ہو گا ۔

اور اگر صغیرہ نے عدت کے زمانے مین اپنے حاملہ ہونے کا دعویٰ کیا تو اس صورت میں بالغہ اور نابالغہ دونوں کا حکم یکساں ہے ۔ کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا اقرار کرنے کی وجہ سے اس کے بالغہ ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا ۔ اس لیے کہ وہ اپنی عدت کے حال سے زیادہ واقف ہے ۔ لہٰذا طلاق بائن کی صورت میں اگر دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو گا ۔

اور طلاق رجعی کی صورت میں ۲۷ ماہ سے کم میں اگر بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہوگا (۲۲)۔

حوالہ جات و حواشی باب دوم

۱۔ الهداية كتاب الطلاق ، باب ثبوت النسب ، ج ۲،ص ۴۳۔

۲۔ جامع صحيح البخارى ، (م ۲۵۶ھ) ، كتاب الفرائض، باب الوَلَدُ لِلْفراشِ حُرَّةً كانت أو أمَةً ،ج۸،ص ۵۱۵، مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ ۔

۳۔ سابق حوالہ، ج۸،ص ۵۱۶ ۔

۴۔ جامع الترمذی ، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی ، مترجم : علامہ وحید الزمان ، ابواب النكاح باب ماجاء فی مهور النساء ، ج ۱،ص ۲۱۱ ،مطبوعہ تاج کمپنی پاکستان۔

۵۔ سنن النسائی ، قاضی احمد بن شعیب النسائی ، كتاب النكاح باب التزويج على الاسلام، ج۲ ص ۷۰ ۔

۶۔ سنن النسائی ، كتاب النكاح، باب القسط فی الاصدقة، ج ۲ ص ۷۱ ۔

۷۔ سورة النسآء : ۴/ ۲۴۔

۸۔ سورة البقرة: ۲/ ۲۳۶ ۔

۹۔ سورة البقرة: ۲ / ۲۳۷۔

۱۰۔ مجموعہ قوانین اسلام ، ج۱،ص ۲۸۰ ، شرح وقایہ اردو ، علامہ وحید الزمان، ج۲،ص ۳۹۱، كتاب الفقه على المذاهب الاربعة ،عبدالرحمٰن الجزری، ج۴،ص ۹۷ ، فتح القدير ، ابن ہمام (م۸۶۱ھ) ، ج۲،ص ۹۷۳ ، بحرالرائق شرح كنز الدقائق ، ابن نجیم المصری (م۹۸۰ھ)، ج۲،ص ۱۹۱ ، اشرف الهداية ،مولانا جمیل احمد ، ج۵،ص ۲۳۸۔

۱۱۔ الهداية كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، ج۲،ص ۴۳۰۔

۱۲۔ سورة البقرة: ۲/ ۲۲۸۔

۱۳۔ تفسيرات احمديه ،ملا احمد جیون امیٹھوی ، حصہ اول ص ۱۴۶ ، الميزان اردو بازار لاہور ، ۲۰۰۵ء ۔

۱۴۔ الهداية ، كتاب الطلاق ، باب ثبوتِ نسب، ج۲،ص ۴۳۰۔

۱۵۔ بدائع الصنائع ، امام کاسانی(م ۵۸۷ھ)، ج۳،ص ۹۳ ۔

۱۶۔ درالمختار اردو ، مترجم مولانا خرم علی، ج۲،ص ۲۳۳۔

۱۷۔ بدائع الصنائع ، امام کاسانی (م ۵۸۷ھ) ، ج۳،ص ۱۸۷ ۔

۱۸۔ مجموعہ قوانین اسلام ، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ، ج۲،ص ۳۶۹ ۔

۱۹۔ الهداية ، كتاب الطلاق ، باب ثبوت نسب، ج۲،ص ۴۳۱۔

۲۰۔ سورة الطلاق: ۶۵/ ۴۔

۲۱۔ اشرف الهدايه شرح هدایہ ،مولانا جمیل احمد سکروڈوی ج۵،ص ۲۴۵ ، مجموعه قوانین اسلام ، ج۲،ص ۳۶۹۔

باب سوم

اولادِ متوفیٰ کے نسب کا ثبوت

باب سوم

اولاد متوفی کے نسب کا ثبوت

فصل اوّل

بیوہ صغیرہ کے بچے کا نسب

فصل دوم

تکمیل عدت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

فصل سوم

دوران عدت پیدا ہونے والے بچے کا نسب

فصل چہارم

اقرار ورثاء برائے ثبوت ولد

فصل اول

بیوہ صغیرہ کے بچے کا نسب

مسئلہ نمبر 5

وَيثُبت نسب ولد المتوفیٰ عنها زوجها مَا بين الوفاة و بين النستين و قال زفرؒ اذا جَاء ت به بعد انقضاء عدة الوفاة لستة اشهر لا يثبت النسب لانَّ الشرع حكم بانقضاء عدتها بالشهور لتعين الجهة فصار كمَا اذا اقرَّت بالانقضاء كما بنيافي الصغيره الا انا نقول لا نقضاء عدتها جهة اخرىٰ وهو وضع الحمل بخلاف الصغيرة لان الاصل فيها عدم الحمل لا نها ليست بمحل قبل البلوغ وفيه شك(۱)۔

ترجمہ: اور متوفی عنہا زوجہا کے بچہ کا نسب وفات (کے وقت) سے دو سال کے اندر ثابت ہو گا ۔ اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ اگر عدت وفات گذرنے کے بعد چھ ماہ پر بچہ جنا تو نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ شریعت نے اس کی عدت مہینوں کے ساتھ گذر جانے کا حکم دے دیا۔ کیونکہ (اس کی عدت کی) یہی راہ متعین ہے ۔ تو ایسا ہو گیا کہ اس نے عدت گذر جانے کا اقرار کر لیا جیسا ہم نے صغیرہ کی صورت میں بیان کیا ۔ مگر ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ متوفی عنہا زوجہا کی عدت گذرنے کا دوسرا طریق بھی ہے ۔ اور وہ وضع حمل ہے ۔ برخلاف صغیرہ کے اس لیے کہ صغیرہ کے حق میں اصل حمل کا نہ ہونا ہے ۔ کیونکہ وہ صغیرہ بالغہ ہونے سے پہلے محل حمل نہیں ہے اور بالغہ ہونے میں شک ہے ۔

تشریح

اختلاف ائمہ

صورت مسئلہ یہ ہے کہ جس عورت کا شوہر مر گیا اگر وہ صغیرہ ہے تو اس کے بچہ کا نسب ثابت ہوگا بشرطیکہ دس ماہ اور دس دن سے کم میں پیدا ہوا ہو ۔ اور اگر اس سے زیادہ مدت میں پیدا ہوا تو طرفین کے نزدیک نسب ثابت نہیں ہوگا ۔ البتہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ثابت ہو جائے گا۔

اور اگر متوفی عنہا زوجہا صغیرہ نہ ہو تو اس کے بچہ کا نسب شوہر کی وفات سے دوسال کے اندر ثابت ہو گا۔ امام زفرؒ نے فرمایا کہ اگر عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن گذرنے کے بعد چھ ماہ پر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔

امام زفرؒ کی دلیل

امام زفرؒ کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ حمل ظاہر نہیں ہوا اس لیے اس کی عدت کی راہ متعین ہے یعنی چار ماہ دس یوم۔ پس چار ماہ دس یوم گذر جانے پر شریعت نے اس کی عدت کے گذرنے کا حکم دے دیا۔ پس یہ ایسا ہو گیا جیسا کہ عورت بذاتِ خود عدت گذرنے کا اقرار کر چکی ہو۔ اور عدت گذرنے کے بعد اگر چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہو تو نسب ثابت ہو گا کیونکہ اس صورت میں عدت گذرنے سے پہلے حمل کا ہونا یقینی ہے۔ اور اگر چھ ماہ سے زائد مدت میں پیدا ہوا ہو تو نسب ثابت نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں احتمال ہے کہ عدت گذرنے کے بعد حاملہ ہوئی ہو۔ لہٰذا شک کی وجہ سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔ صغیرہ کے حکم کے تحت یہ تفصیل بیان کی جا چکی ہے کہ جس طرح صغیرہ کی عدت کا طریق متعین ہے۔ یعنی تین ماہ (۲) اسی طرح متوفیٰ عنہا زوجہا کی عدت کا بھی طریق متعین ہے۔ یعنی چار ماہ دس دن اسی طرح متوفیٰ عنہا زوجہا کی عدت گذرنے کے چار ماہ دس یوم کے علاوہ ایک دوسرا طریقہ بھی ہے۔ یعنی وضع حمل اس کے برخلاف صغیرہ ہے کہ اس کا حاملہ نہ ہونا اصل ہے۔ کیونکہ بالغہ ہونے سے پہلے وہ محل حمل نہیں ہوسکتی اور صغیرہ کے بالغ ہونے میں شک ہے۔ اس لیے کہ صغر تو بالیقین ثابت ہے۔ لہٰذا شک کی وجہ سے صغر زائل نہیں ہوگا۔ حاصل جواب یہ کہ متوفیٰ عنہا زوجہا کو صغیرہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے (۳)۔ متن سے پتہ چلتا ہے کہ'' جو عورت اپنے شوہر کی مدت کی عدت میں ہے اس کے ولد کا نسب اس خاوند سے ثابت ہو گا جبکہ وفات اور دو سال کے درمیان ہو'' تو اس عبارت میں'' درمیان میں ہونا'' یہ ظرف ہے ولد کا اس لیے کہ ولد بمعنی مولود (جس کی ولادت ہوئی کے معنی ہیں) ہے یعنی وفات اور دو سال کے درمیانی وقت میں جس کی ولادت ہوئی اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا۔ پھر صاحب ہدایہ نے یہ مسئلہ بیان کیا کہ'' پس اگر وہ عورت معتدہ وفات ہو اور وارثین نے اس کی ولادت کی تصدیق کی تو اس کا بچہ شوہر کا بیٹا شمار ہو گا اگر چہ اس ولادت پر دوسری کوئی شہادت نہ ہو ان دونوں مسئلوں سے واضح ہو گیا کہ ان دو باتوں میں ایک کافی ہے (ثبوت نسب کے لیے) یعنی وفات کے بعد دو سال سے کم مدت میں ولادت ہو یا تو وارثین اقرار کر لیں اس پر اگر کوئی اشکال کرے کہ وفات اور ولادت کے درمیان دو سال یا اس سے زیادہ مدت ہونے کی حالت میں اگر وارثین اقرار کر لیں تب تو ان کے اس اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

امام عینی نے فرمایا ہے کہ یہ اس وقت ہے جبکہ متوفی کی بیوہ صغیرہ نہ ہو کیونکہ اگر صغیرہ ہو تو دس ماہ اور دس دن سے کم میں بچہ ہونے سے نسب ثابت ہو گا۔

اور اگر اس کے بعد ہوا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ثابت النسب نہ ہوگا۔ بخلاف امام ابو

یوسفؒ کے (۴)۔

ھدایہ اولین ، برھان الدین میں لکھا ہے کہ : بیوہ عورت کے بچے کا نسب اس کے شوہر کی وفات سے دوبرس کے اندر ثابت ہوگا(۵)۔

اگر اس عورت نے چار ماہ دس دن ختم ہونے کے بعد عدت ختم ہونے کا اعلان کر دیا پھر پورے چھ ماہ کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا تو متوفی سے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا تو نسب ثابت ہو جائے گا(۶)۔

حنبلی فقہ کی کتاب المغنی میں لکھا ہے کہ اگر آئسہ (وہ عورت جس کو حیض نہ آتا ہو) یا وہ عورت جو اپنے شوہر کی وفات کی عدت میں ہو تو اس کی عدت گذر جانے کے اقرار کے بعد اگر ۴ سال سے کم مدت میں بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور یہ پیدائش اس عورت کے اقرار کے جھوٹے ہونے کا سبب قرار دی جائے گی (۷)۔

اگر کسی عورت کا شوہر انتقال کر گیا ہو تو شوہر کے انتقال کے وقت سے دو سال کی مدت کے اندر جس وقت بھی بچہ پیدا ہوگا اس کا نسب متوفی کی طرف منسوب کیا جائے گا(۸)۔لیکن جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے کہ امام زفرؒ کے قول کے مطابق وفات کی عدت (چار ماہ دس یوم) گذرنے کے بعد اگر چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ ہوا ہے تو نسب ثابت ہوگا ورنہ نہیں۔لیکن اگر یہ لڑکی بالغہ نہ تھی بلکہ قریب البلوغ تھی اور شوہر کی وفات کے بعد اس کا بچہ پیدا ہوا، اگر یہ بچہ کل دس ماہ دس دن سے کم مدت میں پیدا ہوا ہے تو متوفی سے نسب ثابت ہوگا ۔

اور اگر اس کے بعد پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں ہوگا ۔ کیونکہ چار ماہ دس دن وفات کی عدت ہے اور حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ ہے ۔ لہٰذا اگر اس کل یعنی دس ماہ دس دن کے اندر بچہ پیدا ہوا تو یہ اس امر کی دلیل ہوگی کہ عدت میں استقرار حمل ہو چکا تھا (۹)۔

فصل دوم

تکمیل عدت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب

مسئلہ نمبر 6

وَ اذا اعترفت المعتدة بانقضاء عدتها ثم جَاء ت بالولد لاقل مِن ستة اشهر يثبت نسبه لانه ظهر كذبها بيقين فبطل الاقرار وان جَاء ت بِهٖ لستة اشهر لم يثبت لانا لم نعلم ببطلان الاقرار لا حتمال الحدوث بعده وهذا للفظ باطلاقه يتناول كُلّ معتدة(۱۰)۔

ترجمہ: ''اور جب معتدہ نے اپنی عدت گزرنے کا اقرار کیا پھر اس نے (اقرار کے وقت سے) چھ ماہ سے کم میں بچہ جنا تو اس بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ کیونکہ معتدہ کا جھوٹا ہونا یقین کے ساتھ معلوم ہو گیا ۔ اس وجہ سے اس کا اقرار باطل ہو گیا۔ اور اگر اس نے چھ ماہ میں بچہ جنا تو نسب ثابت نہیں گا۔ کیونکہ اقرار کے باطل ہونے کا ہمیں علم نہیں ہے ۔ اس لیے کہ اقرار کے بعد حمل پیدا ہونے کا احتمال ہے ۔ اور یہ لفظ اپنے اطلاق کی وجہ سے ہر معتدہ (عدت والی) کو شامل ہے''۔

تشریح

صورت مسئلہ یہ ہے کہ معتدہ نے کہا کہ میری عدت گذر گی ، پھر اس کے (عدت کے گزرنے کے) اقرار کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو گیا تو اس بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا یعنی وہ بچہ جائز النسب قرار دیا جائے گا۔

دلیل

دلیل یہ ہے کہ جب وقت انقضاء عدت کے اقرار سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ پیدا ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اقرار انقضاء عدت کے وقت یہ عورت جو معتدہ تھی حاملہ تھی۔ اور چونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہوتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَأُوْلَٰتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾۔ ''اور حمل والیوں کی عدت وضع حمل ہے'' (۱۱)۔

امام زاہد لکھتے ہیں کہ جب حائضہ کی عدت نازل ہوئی تو حضرت معاذؓ بن جبل نے آئسہ کی عدت کے متعلق دریافت کیا اس پر یہ قول نازل ہوا وَالّٰٓئِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيض ..... الخ جب آئسہ کی عدت نازل ہو گئی تو کس نے عدت صغیرہ کے بارے میں پوچھا اس پر قولہ تعالیٰ : ﴿وَ الّٰٓئِي لَمْ يَحِضْنَ﴾.... الخ نازل ہوا ۔ اس پر

ایک آدمی اٹھ کر کہنے لگا حاملہ کی عدت کیا ہے ؟

اس پر یہ قول نازل ہوا ﴿وَأُوْلَـٰتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ....﴾ چونکہ یہ قول سورہ بقرہ کی آیت ﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجاً يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِيٓ أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (۱۲) کے بعد نازل ہوا۔

اس لیے اس کے تحت آزاد، مملوکہ مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا کی عدت والی سب عورتیں شامل ہیں (۱۳)۔ حاملہ کی عدت معلوم ہونے کے بعد معتدہ انقضائے عدت کا اقرار کرنے میں جھوٹی ہو گئی۔ اور جب اقرار میں جھوٹی قرار پائی تو اقرار ہی باطل ہو گیا۔

اور جب عدت گذرنے کے بارے میں اقرار باطل ہو گیا تو بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر اقرار کے وقت سے پورے چھ ماہ میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں ہو گا۔ کیونکہ اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ اقرار کے بعد حمل پیدا ہوا ہو۔ اس وجہ سے بطلانِ اقرار کا یقین نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ بائن کا قول ''اذا اعترفت المعتدہ '' اپنے اطلاق کی وجہ سے ہر معتدہ کو شامل ہے خواہ معتدہ رجعیہ ہو یا معتدہ بائنہ یا معتدہ وفات سب کا حکم یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا (۱۴)۔

فصل سوم

دوران عدت پیدا ہونے والے بچہ کا نسب

مسئلہ نمبر 7

واذا ولدت المعتدة ولداً لم يثبت نسبه عند ابى حنيفةؒ الا ان يشهد بو لادتها رَجلان اورجل وامرأتان الا ان يكون هناك حبل ظاهرا وَ اعترف من قبل الزوج فيثبت النسب من غير شهادة وقال ابو يوسفؒ و محمدؒ يثبت فى الجميع بشهادة امراة واحدة لان الفراش قائم بقيام العدة وهو ملزم للنسب و الحاجة الىٰ تعين الولدانه منها فيتعين بشهاته كما فى حال قيام النكاح ولابى حنيفةؒ ان العدة تنقضى باقرارها بوضع الحمل والمنقضى ليس بِحُجةٍ فمست الحاجة الىٰ اثبات النسب ابتداء فيشترط كمال الحجة بخلاف مَا اذا كان ظهر الحبلُ اوصدر الاعتراف من الزوج لانَّ النسب ثابت قبل الولادة وَالتعين يثبت بشهادتها (۱۵)۔

ترجمہ: ''اور جب کسی معتدہ نے بچہ جنا تو اس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ امام اعظمؒ کے نزدیک مگر یہ کہ اس کے پیدا ہونے کی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں ۔ مگر یہ کہ وہاں حمل ظاہر ہو ۔ یا شوہر کی جانب سے اقرار پایا جائے ۔ تو بغیر گواہی کے نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تمام صورتوں میں ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا''۔

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عدت موجود ہونے کی وجہ سے (عورت اپنے شوہر کی) فراش ہے ۔ اور فراش ہونا نسب کو لازم کرنے والا ہے ۔ اور حاجت تعین ولد کی ہے کہ یہ بچہ اسی عورت کا جنا ہوا ہے۔ تو یہ بات ایک عورت کی گواہی سے متعین ہو جائے گی ۔ جیسے نکاح قائم ہونے کی صورت میں ۔ اور امام ابو حنیفہؒ (م - ۱۵۰ھ) کی دلیل (حسب ذیل ہے) یہ ہے کہ عورت کے وضع حمل کا اقرار کرنے کی وجہ سے عدت گذر گئی ۔ اور گذری ہوئی چیز حجت نہیں ہوتی ہے ۔ تو نئے سرے سے نسب ثابت کرنے کی ضرورت پڑی۔ پس اس میں پوری گواہی ہونا شرط ہے ۔ بخلاف اس صورت کے جب کہ حمل ظاہر ہوا یا شوہر کی جانب سے اقرار صادر ہوا ہو (تو وہاں یہ شرط نہیں) کیونکہ (بچہ کا) نسب تو پیدا ہونے سے پہلے ثابت ہے۔ اور تعین ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی''۔

تشریح

خاوند کا انکار ولد

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر معتدہ عورت نے بچہ جنا اور حمل پہلے سے ظاہر تھا۔ یا شوہر حمل کا اعتراف کر چکا تو دونوں صورتوں میں بغیر شہادت کے نسب ثابت ہو جائے گا۔

ثبوت نسب کے لیے شہادت اور ائمہ کا اختلاف

اور اگر معتدہ عورت نے بچہ جنا۔ اور شوہر نے ولادت کا انکار کیا (کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے) تو امام اعظمؒ کے نزدیک نسب اس وقت ثابت ہو گا جبکہ بچہ کی ولادت پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں۔

صاحبین کے نزدیک

اور صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں ایک آزاد مسلمان عادل عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ خواہ پہلے سے حمل ظاہر ہو یا نہ ہو۔ اور شوہر نے حمل کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ امام احمدؒ (م-241ھ) اسی کے قائل ہیں اور امام شافعیؒ (م-204ھ) کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی شرط ہے۔

امام مالکؒ (م-179ھ) اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک دو عورتوں کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

صاحبین کی دلیل

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عدت موجود ہونے کی وجہ سے عورت اپنے شوہر کی فراش ہے۔ اور فراش ہونا نسب کو لازم کر دیتا ہے۔ لہٰذا نسب ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی۔ ہاں یہ حاجت ہے کہ یہ بچہ اس عورت کا جنا ہوا ہے۔ تو یہ بات ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی۔ جیسے نکاح قائم ہونے کی صورت میں بالاتفاق ایک عورت کی گواہی سے تعین ولد ہو جاتی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ جب عورت نے وضع حمل کا اقرار کیا تو اس کی عدت گذر گئی۔ اور جو چیز گذر گئی وہ حجت نہیں ہوئی۔ بلکہ حجت وہ چیز ہوتی ہے جو موجود ہوتی ہے۔ پس نئے سرے سے نسب ثابت کرنے کی ضرورت پڑی۔ اس وجہ سے شہادت تامہ کا ہونا ضروری ہے۔

شہادت تامہ

اور شہادت تامہ یہ ہے کہ دو مرد گواہی دیں یا دو عورتیں اور ایک مرد گواہی دے۔ ہاں اگر حمل ظاہر ہو

گیا یا شوہر حمل کا اقرار کر چکا تو شہادت کی شرط نہیں ہے ۔ کیونکہ اس صورت میں نسب تو ولادت سے پہلے ہی ثابت ہو چکا ۔ اور اب یہ کہ یہ بچہ اسی عورت سے پیدا ہوا ہے۔ تو یہ بات ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی۔ حضرت امام صاحبؒ کے مذہب پر یہ اشکال ظاہر کیا گیا ہے کہ اثبات نسب کے مرد کی شہادت کو شرط قرار دینا کیسے درست ہو سکتا ہے ۔ درانحالیکہ مرد کا عورت کی طرف دیکھنا بھی حرام ہے ۔ جواب یہ ہو گا کہ دیکھنا ضروری نہیں بلکہ بغیر دیکھے بھی گواہی دینا ممکن ہے اس طرح پر کہ یہ عورت گواہوں کے سامنے ایک کمرے میں داخل ہوئی اور گواہوں کو اس کا علم ہے کہ اس کمرے میں اس عورت کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے ۔ پھر وہ عورت ایک بچہ کے ساتھ باہر نکلی، تو اداء شہادت کے لیے اتنا کافی ہے ۔ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ '' عورتوں کی شہادت جائز ہے ان امور میں جن کے دیکھنے کی مرد اہلیت نہیں رکھتے''۔

اگر اس حدیث بالا کے الفاظ میں اختلاف ہے لیکن اس کو ابن ابی شیبہ نے ابن شہاب زھری سے روایت کیا اور فرمایا کہ زہری نے کہا کہ: '' اس بات پر سنت جاری ہوئی کہ ان امور میں عورتوں کی شہادت جائز ہے جن (امور) پر سوائے عورتوں کے کوئی اطلاع نہیں پاتا'' ۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ: '' نبی ﷺ نے دایہ کی شہادت جائز قرار دی'' ۔

چنانچہ اگر شوہر بقیام نکاح بچے کی ولادت سے انکار کرتا ہے تو ایک دائی کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

امام محمد الشیبانی نے بھی اپنی کتاب الآثار میں لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی بھی بچہ کے رونے پر (ولادت کے وقت) عورتوں کی شہادت کو جائز قرار دیتے تھے ۔

البتہ مطلقہ کے بطن سے پیدا شدہ بچے کے نسب کے بارے میں مرد کے انکار کی صورت میں امام ابو حنیفہ اور صاحبین میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔

صاحبین کی دلیل اور شہادات کا جائزہ

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ مطلقہ عورت نے دوران عدت بچہ جنا اور عدت موجود ہونے کے سبب وہ اپنے شوہر کی فراش ہے اور فراش ہونے سے نسب لازم ہو جاتا ہے لہٰذا نسب ثابت کرنے کی ضرورت نہیں اور بصورت انکار اگر ضروری ہے تو یہ کہ بچہ اسی عورت نے جنا ہے اور یہ بات ایک عورت (دائی) کی گواہی سے ثابت ہو جائے گی، جیسا کہ نکاح قائم رہنے کی صورت میں بالاتفاق ثابت ہو جاتی ہے ۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مطلقہ عورت نے وضع حمل کا اقرار کیا تو عدت گذر گئی اور گزری ہوئی چیز

حجت نہیں ہوتی ، لہٰذا نئے سرے سے نسب ثابت کرنے کی ضرورت لاحق ہو گی ۔ اس لیے مکمل گواہی شرط ہے بالفاظ دیگر وضع حمل کے ساتھ بھی عدت گذر جانے کے بعد عورت اجنبیہ ہو گئی (سابق شوہر کے لیے) اور اجنبیہ کے بچے کا نسب اس کے سابق شوہر سے ثابت کرنے کے لیے حجت یعنی شہادت شرعی (مکمل شہادت) قائم ہونی چاہیے جو دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں پر مشتمل ہو۔ یعنی اگر معتدہ (وہ عورت جو عدت میں ہو) کے اولاد پیدا ہو اور شوہر منکر ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک دو مرد یا دو عورتیں اور ایک مرد کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا(١٦)۔

لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک دائی کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ البتہ اگر حمل ظاہر ہو یا شوہر حمل کا اقرار کرے تو بلا شہادت نسب ثابت ہوگا (١٧)۔

اگر شوہر بچے کی ولادت سے انکاری ہے تو دائی کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ اگر معتدہ عورت نے دعویٰ کیا کہ میں نے لڑکا جنا اور شوہر نے اس کی ولادت سے انکار کیا تو اگر قبل ولادت حمل ظاہر نہ تھا اور نہ ہی شوہر نے حمل کا اقرار کیا تھا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ثبوت نسب کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہو گی ۔ لیکن صاحبین کے نزدیک صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے (١٨)۔

امام شافعی کے نزدیک چار عورتوں کی گواہی شرط ہے ۔ امام مالک کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے ۔ علماء حنیفہ کا اس پر اجماع ہے کہ نکاح قائم ہو تو ایک دائی کی گواہی سے نکاح ثابت ہو جائے گا، لیکن اختلاف موت اور طلاق کی صورت میں ہے ۔ چنانچہ موت اور طلاق کی صورت میں اکیلی دائی کی گواہی سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نسب ثابت نہ ہوگا ، جب کہ صاحبین ایک دائی کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

خلاصہ بحث

مندرجہ بالا نظائر کا خلاصہ یہ ہے کہ معتدہ عورت خواہ معتدہ طلاق ہو یا معتدہ وفات، طلاق رجعی ہو یا بائن ، بچے کا نسب اس کے باپ سے (بصورت انکار) اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کہ اس عورت سے بچے کی پیدائش پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں شہادت دیں یا پہلے سے حمل ظاہر ہو یا شوہر نے اپنی زوجہ کے حامل ہونے کا اقرار کر لیا ہو۔ یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے ۔

صاحبین کے نزدیک تمام صورتوں میں صرف ایک عورت کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ چونکہ عدت کے قیام کی بناء پر عورت کا فراش ہونا ثابت ہے جو نسب لازم کرنے کے لیے کافی ہے اور صرف اس امر کی ضرورت ہے کہ یہ یقین کیا جائے یا قرار دیا جائے کہ بچہ اسی عورت کا ہے (١٩)۔

فصل چہارم

اقرار ورثاء برائے ثبوت ولد

مسئلہ نمبر 8

نسب کے لیے ورثاء کی تصدیق

فان كانت معتدة عن وفاة فصدقها الورثة في الولادة ولم يشهد على الولادة احدٌ فهو ابنه في قولهم جميعا وهذا في حق الارث ظاهر لانه خالص حقهم فيقبل فيه تصديقهم امافي حق النسب هل يثبت في حق غير هم قالوا اذا كانوا من اهل الشهادة يثبت لقيام الحجة ولهذا قيل تشترط لفظة الشهادة وقيل لا تشترط لان الثبوت في حق غيرهم تبع للثبوت في حقهم با قرارهم و مَا يثبت تبعاً لا يراعى فيه الشرائط (۲۰)۔

ترجمہ: پس اگر عورت (اپنے شوہر کی) وفات سے عدت میں ہے۔ (اور اس نے ولادت کا دعویٰ کیا) اور وارثوں نے ولادت میں اس کی تصدیق کی۔ مگر ولادت پر کسی نے گواہی نہیں دی۔ تو بالاتفاق یہ اس کے شوہر کا بیٹا ہے۔ اور یہ (ثبوت نسب) وراثت کے حق میں ظاہر ہے۔ کیونکہ میراث ان کا خالص حق ہے۔ لہٰذا میراث کے حق میں ان کا تصدیق کرنا قبول ہوگا۔ رہا نسب کے حق میں۔ کیا ان کے علاوہ کے حق میں نسب ثابت ہوگا۔ تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر تصدیق کرنے والے ورثہ اہل شہادت میں سے ہیں تو (نسب) ثابت ہو جاوئے گا۔ کیونکہ حجت (شرعیہ) قائم ہوگئی۔ اسی وجہ سے کہا گیا کہ لفظ شہادت شرط ہے، اور کہا گیا کہ شرط نہیں۔ کیونکہ تصدیق کرنے والوں کے علاوہ کے حق میں نسب ثابت ہونا تابع ہے۔ ان کے اقرار کی وجہ سے ان کے حق میں ثابت ہونے کے۔ اور جو چیز تابع ہو کر ثابت ہوتی ہے، اس میں شرائط کی رعایت (ضروری) نہیں''۔

تشریح

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے انتقال کی وجہ سے عدت (وفات) میں ہے۔ پھر اس نے دو سال مکمل ہونے سے پہلے پہلے بچہ پیدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور اس کا تمام ورثہ یا بعض ورثہ (جو جواز شہادت میں کفایت کر جائیں یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں) نے بچہ کی ولادت کا اقرار بھی کرلیا۔ لیکن کس نے بچہ پیدا ہونے پر شہادت نہیں دی تو فقہاء احناف کے نزدیک بالاتفاق یہ بچہ متوفی کا بیٹا متصور ہوگا۔ یعنی اس بچہ کا مرنے والے (باپ) سے نسب ثابت ہو جاوئے گا اور یہ بچہ جائز النسب کہلائے گا اور وراثت کا حق

دار قرار دیا جاوے گا۔

صاحب ھدایہ، فرماتے ہیں کہ بیٹا ہونے کا ثبوت میراث کے حق میں ظاہر ہے۔ یعنی یہ بچہ میراث لینے میں دوسرے ورثہ کا شریک ہوگا، کیونکہ میراث خالص ورثہ کا حق ہے۔ لہٰذا اپنے حق میں ان کا اقرار کرنا قبول ہوگا۔

رہی یہ بات کہ عام لوگوں کے حق میں اس بچہ کا نسب مرنے والے سے ثابت ہوگا یا نہیں؟ تو اس بارے میں مشائخ کا قول حسب ذیل یہ ہے، ''کہ اگر تصدیق اور اقرار کرنے والے ورثہ اہل شہادت میں سے ہوں، بایں طور کہ سب مرد ہوں، یا مرد اور عورتیں دونوں ہوں، اور وہ عادل بھی ہیں تو تمام لوگوں کے حق میں اس بچہ کا نسب ثابت ہوگا۔ کیونکہ حجت شرعی یعنی شہادت کاملہ پائی گی۔ حتیٰ کہ یہ بچہ مقرین اور منکرین دونوں کے ساتھ میراث میں شریک ہوگا۔ اور دوسرے ورثہ کی طرح اس بچہ کو بھی میت کے (مدیون) سے دین کے مطالبہ کا حق ہوگا۔

ورثاء کا اہل شہادت میں سے ہونا شرط ہے

اور چونکہ تصدیق کرنے والے ورثہ کا اہل شہادت میں سے ہونا شرط ہے۔ اسی وجہ سے بعض مشائخ نے کہا کہ لفظ شہادت شرط ہے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ شہادت کا لفظ شرط نہیں ہے۔

قول ثانی کی دلیل

قول ثانی کی دلیل یہ ہے کہ ورثہ کے اقرار اور تصدیق کی وجہ سے اصل میں تو نسب انہیں کے حق میں ثابت ہوگا۔ اور ان کے علاوہ کے حق ان کے تابع ہو کر نسب ثابت ہوگا۔ اور قاعدہ ہے کہ جو چیز تابع ہو کر ثابت ہوتی ہے، اس میں شرائط کا لحاظ ضروری نہیں ہوتا۔

مثلاً مولیٰ نے سفر میں کسی جگہ اقامت کی نیت کی تو اقامت کے شرائط مولیٰ کے حق میں معتبر ہوں گے نہ غلام اور خدام کے حق میں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنے مولیٰ کے تابع ہیں (۲۱)۔

ورثاء نسبی کی اقسام

ورثاء نسبی کی حسب ذیل تین اقسام ہیں:

۱۔ ذوی الفروض

۲۔ عصبات، اور

۳۔ ذوی الارحام

تشریح

علم میراث کی اصطلاح میں ذوی الفروض یا اصحاب الفرائض وہ قرابت دار ورثاء کہلاتے ہیں جن کے حصے میت کے ترکہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں مقرر فرما دیئے ہیں۔

۱۔ فقہا کرام نے ذوی الفروض کی تعریف حسب ذیل کی ہے

ذوی فرض ، وہ وارث ہے جس کے واسطے قرآن مجید میں یا حدیث میں یا بالاجماع کوئی حصہ معین ہو(۲۲)۔ ذوی الفروض دوسرے تمام ورثاء پر مقدم نہیں۔

۲۔ عصبات

علم المیراث کی اصطلاح میں میت کی جانب سے قرابت رکھنے والے کو'' عصبہ'' کہتے ہیں جیسے بیٹا ، بھائی و بہن وغیرہ ۔ ذوی الفروض کو ان کے مقررہ حصے دینے کے بعد جو ترکہ بچ رہتا ہے وہ عصبات کا حق ہوتا ہے ۔

۳۔ ذوی الارحام

میت کے وہ تمام قرابت دار ذوی الارحام کہلاتے ہیں جو نہ ذوی الفروض ہوں اور نہ عصبات جیسے ماموں، خالہ وغیرہ۔

ذوی الفروض کی قسام

ذوی الفروض کی دو اقسام ہیں:

الف۔ سببی ب۔ نسبی

الف ۔ ذوی الفروض سببی

ذوی الفروض سببی وہ ہیں جن کا باہمی تعلق زوجیت کے سبب ہو یہ دو ہیں :

۱۔ شوہر اور ۲۔ زوجہ

شوہر سے زوجہ کو یا شوہر کو زوجہ سے میراث پانے کا سبب نکاح ہے ، جو ایک سببی تعلق ہے ۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ ان کے درمیان نکاح صحیح ہو اور بوقت مرگ وہ نکاح حقیقتاً یا حکماً قائم ہو۔ فاسد یا باطل نکاح کی صورت میں باہم توارث نہیں ہوتا اس پر اجماع ہے (۲۳)۔

ب۔ ذوی الفروض نسبی

ذوی الفروض نسبی وہ ہیں جن کا تعلق میت سے نسب کے ذریعہ ہو ذوی الفروض نسبی دس ہیں :-

(i) باپ (ii) ماں (iii) بیٹی (iv) پوتی (v) حقیقی بہن (vi) علاتی بہن (vii) اخیافی بھائی (viii) اخیافی بہن (ix) دادا (x) اور دادی۔

ذوی الفروض نسبی کو ذوی الفروض سببی پر بلحاظ رتبہ تقدم حاصل ہے کیونکہ عصبہ موجود نہ ہونے کی صورت میں باقی ترکہ (جو ذوی الفروض نسبی وسببی کو ان کے معین حصے دینے کے بعد) بچے وہ حنفی، حنبلی اور شیعی مکاتیب فقہ کی رو سے ذوی الفروض سببی یعنی زوجین پر رد نہیں کیا جاتا۔

حوالہ جات و حواشی باب سوم

١۔ الهداية كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، ج ٢،ص ٤٣١۔
٢۔ سورة الطلاق : ٦٥/٤۔
٣۔ اشرف الهداية ، مولانا جمیل احمد، ج٢،ص ٢٤٦۔
٤۔ شرح وقاية ، علامہ وحید الزمان ، ج٢،ص ١٨٠ ۔
٥۔ هداية اولين ، برہان الدین مرغینانی (م٥٩٣ھ) ، ج٢،ص ٤٣١۔
٦۔ ایضاً ۔
٧۔ المغنی ، ابن قدامہ مقدسی (م٦٢٠ھ) ، ج ٧ ،ص ٤٧٩ ۔
٨۔ المختصر القدوری ، امام ابو الحسن احمد بن محمد القدوری (م٤٢٢ھ) ،ص ١٧٢ ۔
٩۔ مجمع الانهر ، داماد آفندی (م ١٠٧٨ھ) ، ج١،ص ٤٧٧ ۔
١٠۔ هدايه ، كتاب الطلاق ، باب ثبوت نسب، ج٢،ص ٤٣١۔
١١۔ سورة الطلاق :٦٥/٤۔
١٢۔ سورة البقرة :٢/٢٣٤۔
١٣۔ تفسيرات احمديه ،ص١٧٢۔
١٤۔ اشرف الهداية ، مولانا جمیل احمد سکروڈھوی ، ج٢،ص ٢٤٨ ، فتاویٰ عالمگیری ج ٢ كتاب الطلاق باب ١٥ ، ثبوت نسب ملاحظہ ہو ، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ، شرح وقایہ ، مولوی حاجی وحید الزمان ، ج٢،ص ٨٥ ، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ، مفتی محمد شفیع، ج٢،ص ٦٩٨ ، دارالاشاعت کراچی ، السِّقاية شرح الْوقايةِ ، محمد غریب اللہ مسرور اسلام آبادی فاضل دیوبند ، ج٢،ص ١١۔
١٥۔ الهداية ، كتاب الطلاق باب ثبوت النسب، ج٢،ص ٤٣١۔
١٦۔ هدايه ، برہان الدین مرغینانی (م٥٩٣ھ) ، ج٢،ص ٤٣١۔
١٧۔ المختصر القدوری ، امام ابو الحسن احمد بن محمد بن جعفر القدوریؒ (م٤٤٢ھ) ،ص ٢٩٠ ۔
١٨۔ شرح و قايه ، مولوی حاجی وحید الزمان ، ج٢،ص ١٦٠ ۔
١٩۔ فتح القدير ، ابن ہمام ، کمال الدین محمد بن عبدالواحدؒ ، ج٣،ص ٢٠٦ ، مجمع الانهر ، داماد آفندی (م١٠٧٨ھ) ، ج١،ص ٤٧٧ ، مجموعه قوانين اسلام ، ج٣،ص ٨٧١ ۔
٢٠۔ الهداية كتاب الطلاق باب ثبوت النسب، ج٢،ص ٤٣٢۔
٢١۔ اشرف الهدايه (شرح ھدایہ)، حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈیؒ ، ج٥،ص ٢٥١ ۔
٢٢۔ المسبوط ، امام الکبیر ابی بکر محمد بن احمد السرخیؒ، ج ٢٩،ص ١٣٨۔
٢٣۔ احكام الزكاة والمواريث ، ابو زہرہ ،ص ١٤١ ، مجموعہ قوانین اسلام ، ج١ص ٣٧ ، ١٥١ ۔

باب چہارم

حمل کی کم از کم مدت سے قبل پیدا ہونے والے بچے کا نسب

باب چهارم

حمل کی کم از کم مدت سے قبل پیدا ہونے والے بچے کا نسب

فصل اوّل

چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب

فصل دوم

حمل کی مختلف فیہ صورتوں میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب

فصل سوم

طلاق کو بچے کی پیدائش سے مخصوص کرنا

فصل چہارم

خاوند کی طرف سے حمل کا اقرار

فصل اول

چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب

مسئلہ نمبر 9

واذا تزوج الرجل امرأة فجاء ت بولد لاقل مِن ستة اشهر منذ يوم تزوجها لم يثبت نسبه لان العلوق سابق على النكاح فلا يكون منه وان جاء ت به لستة اشهر فصا عدايثبت نسبه منه اعترف به الزوج اوسكت لانّ الفراش قائم والمدة تامة فان جحدا لو لادة يثبت بشهادة امرأة واحدة تشهد بالولادة حتىٰ لو نفاه الزوج يلاعن لان النسب يثبت بالفراش القائم واللعان انما تجب بالقذف وليس من ضرورته وجود الولد فانه يصح بدونہ (۱)۔

ترجمہ: ''اور اگر مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا، پس نکاح کے دن سے چھ ماہ سے کم میں اس نے بچہ جنا، تو اس کا نسب ثابت نہ ہو گا۔ کیونکہ نطفہ نکاح پر مقدم ہے، لہٰذا (یہ نطفہ) اس مرد سے نہ ہوگا۔ اور اگر (وقت نکاح سے) چھ ماہ پر یا زیادہ پر جنا تو شوہر سے اس کا نسب ثابت ہو جائے گا، خواہ شوہر اس کا اقرار کرے یا خاموش رہے۔ کیونکہ فراش قائم ہے۔ اور مدت (حمل) بھی پوری ہے۔ پھر اگر شوہر نے (بچے کی) ولادت کا (خود) انکار کیا تو (بچے کی) ولادت ایک عورت (دایہ) کی گواہی سے جو (بوقت) ولادت کی (عینی) شاہد ہو تو (نسب) ثابت ہو جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر شوہر بچہ کی نفی کر دے تو (پھر) لعان کرے گا۔ اس لیے کہ نسب ثابت ہو جاتا ہے فراش کے موجود ہونے سے۔ اور لعان واجب ہوتا ہے زناء کی تہمت (بیوی پر) لگانے سے۔ اور لعان کے لیے بچہ کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے لعان بغیر بچہ کے بھی ہوتا ہے''۔

تشریح

نکاح کی ششماہی سے قبل پیدا شدہ بچہ ثابت النسب نہ ہوگا

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مرد نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ پس نکاح کے وقت سے (لے کر) چھ ماہ (پورے) سے کم مدت میں اس عورت سے بچہ پیدا ہوا، تو اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہیں ہوگا۔

نسب نہ ثابت ہونے کی دلیل

دلیل یہ ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ مقرر ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَمۡلُهُۥ وَفِصَٰلُهُۥ ثَلَٰثُونَ شَهۡرًا﴾(۲)۔ (اس اٹھانا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے)۔

اس آیت سے امام ابو حنیفہؒ (م-۱۵۰ھ) یہ استدلال کرتے ہیں کہ دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال چھ ماہ ہے۔ صاحب ہدایہ لکھتے ہیں قولہ تعالیٰ: ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حمل وفصال میں ہر ایک کی خبر ہے یعنی حمل کی مدت بھی تیس ماہ اور فصال کی مدت بھی تیس ماہ ہے۔ گویا آیت مذکورہ میں حمل و فصال ہر دو کی زیادہ سے زیادہ مدت کا بیان ہے۔

لیکن چونکہ مدت حمل کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں اللہ تعالیٰ کی قسم بچہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زائد نہیں رہ سکتا اور مدت رضاعت میں ایسی کوئی روایت نہیں جس سے اس کا کم ہونا معلوم ہو(۳)۔ اسی لیے امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ حمل کی اکثر مدت دو سال ہے اور دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت ۲ سال چھ ماہ ہے۔

صاحبین اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ دودھ پلانے کا زیادہ سے زیادہ عرصہ دو سال ہے کیونکہ قولہ تعالیٰ: ﴿ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ حمل وفصال کی مجموعہ مدت ہے۔ یعنی حمل اور دودھ پلانے کی مدت کا مجموعہ تیس ماہ ہے۔ لیکن اس سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ مدت واضح نہیں ہوتی اس بناء پر مدت رضاعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ﴾(۴)۔ اور اس کا دودھ چھڑنا دو سال میں ہوتا ہے۔ اور ﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (۵) (پورے دو سال)۔

ان آیات سے دودھ پلانے کی مدت دو سال معلوم ہوتی ہے۔ پس ثَلٰثُوْنَ شَهْراً میں سے دو سال دودھ پلانے کی مدت ہے اور چھ ماہ حمل کی مدت ہے اور اس پر سب متفق ہیں کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے پس آیت زیر بحث حمل کی کم از کم مدت اور دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت کو واضح کرتی ہے۔

بیضاوی نے حمل کی کم از کم مدت اور رضاعت کی زیادہ سے زیادہ مدت بیان کرنے کی وجہ یہ لکھا ہے کہ دونوں کا ضابطہ معلوم ہو اور نسب و رضاعت کے احکام ثابت کرنا آسان ہو۔

امام نبردویؒ نے صراحت سے لکھا ہے کہ قولہ تعالیٰ: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْراً﴾ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب اس سے مدت رضاعت دو سال نکال لی جائے تو حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ بنتی ہے۔

باب النسب میں صاحب ھدایہ لکھتے ہیں کہ اسی آیت کی رو سے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔

ظاہر ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مسلک اور امام نبردویؒ اور صاحب ہدایہ، برھان الدین کے کلام میں مطابقت نہیں بلکہ منافات و متضاد ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک احتیاط پر مبنی ہے ۔ نسب کے سلسلے میں احتیاط یہ ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہو اور حرمت نکاح کے لیے رضاعت میں احتیاط یہ ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال چھ ماہ ہو۔

اس طرح امام نبردویؒ کا اشارہ اور صاحب ہدایہ کا استدلال بھی درست ہے اور امام ابو حنیفہ کا مسلک بھی درست ہے آیت کا مذکورہ بالا مفہوم اور تشریح اس صورت میں ہے کہ آیت کو ہر ایک کے لیے عام قرار دیا جائے (٦)۔

پس مذکورہ بحث سے پتہ چلا کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے ۔ اور بچہ پیدا ہوا چھ ماہ سے کم میں تو معلوم ہوا کہ نطفہ نکاح سے پہلے قرار دیا گیا تھا۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ نطفہ اس شوہر سے نہیں ہے اور جب نطفہ اس کا نہیں تو اس سے نسب بھی ثابت نہیں ہوگا۔ اور اگر نکاح کے وقت سے چھ ماہ یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا ۔ خواہ شوہر اس بچہ کا اقرار کرے یا خاموش رہے ۔ کیونکہ عورت کا فراش ہونا بھی ثابت ہے اور حمل کی مدت بھی پوری ہے۔

بچہ ششماہی کے بعد پیدا ہو اور شوہر منکر ہو تو اسکا حکم

اور اگر بچہ چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں پیدا ہوا مگر شوہر نے بچہ پیدا ہونے کا انکار کیا تو ایک عورت جو ولادت کی شاہد ہو اس کی شہادت سے ولادت ثابت ہو جائے گی ۔ حتیٰ کہ اگر شوہر نے اس بچہ کی نفی کی۔ اور کہا کہ یہ بچہ میرے نطفہ سے نہیں ہے تو شوہر اپنی بیوی کے ساتھ لعان کرے گا۔ لعان کا بیان سورۃ النور میں تفصیل سے بیان ہوا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ أَنْفُسُهُمْ فَشَهَدَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ وَالْخَمِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِن كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ٥ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَدٰتٍ م بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ٥ وَالْخَمِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِن كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ وَأَنَّ اللّٰهَ تَوابٌ حَكِيْمٌ٥﴾۔

''جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا تہمت لگائیں اور اپنے علاوہ ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہو تو ان لوگوں میں ہر ایک کی گواہی یہ ہے کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر چار دفعہ یہ گواہی دے کہ وہ سچا ہے ۔ اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور عورت سے اس طرح سزا ساقط ہو جائے گی اگر وہ اللہ کی قسم کھا کر چار دفعہ یہ گواہی دے کہ وہ (تہمت لگانے والا خاوند) جھوٹا ہے اور پانچویں دفعہ یوں کہے کہ اس (عورت) پر اللہ کا

غضب ہو اگر وہ سچا ہے ۔ اور تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو یقیناً تم پر مصیبت نازل ہوتی لیکن) اللہ تعالیٰ تو توبہ قبول کرنے والے حکمت والے ہیں'' (۷)۔

لعان کی دلیل

دلیل یہ ہے عورت کے فراش ہونے کی وجہ سے بچہ کا نسب ثابت ہو گیا اور رہا ولادت کا انکار تو وہ ایک عورت (دائی) کی گواہی سے ثابت ہو گئی جو کہ حدیث سے ثابت ہے ۔ واللعان انما یجب بالقذف سے اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ یہاں بچہ کی نفی کر دینے سے لعان واجب ہوا ہے اور بچہ کی ولادت ایک عورت (دایہ) کی شہادت سے ثابت ہو جاتی ہے ۔ پس نتیجہ نکلا کہ لعان ایک عورت (دایہ) کی شہادت سے ثابت ہو جائے گا حالانکہ یہ جائز نہیں ۔ کیونکہ لعان کے معنی حد ہے اور حد عورتوں کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ لعان واجب ہوتا ہے زناء کی تہمت لگانے سے ۔ اور یہاں زناء کی تہمت موجود ہے اس لیے کہ شوہر کا قول لیس منی عورت کو زناء کی تہمت لگانا ہے ۔ اور تہمت لگانا وجود ولد کو متلزم نہیں کیونکہ بغیر ولد کے بھی قذف (تہمت لگانا) ثابت ہو جائے گا۔

پس قذف اس ولد کا اعتبار نہیں کیا گیا جو ایک عورت (دایہ) کی شہادت سے ثابت ہوا ہے (۸)۔

فصل دوم

حمل کی مختلف فیہ صورتوں میں پیدا ہونے والے بچے کا نسب

مسئلہ نمبر 10

بچے کے نسب کے اختلاف میں میاں بیوی کے درمیان اختلافات میں معتبر قول :

فان ولدت ثم اختلفا فقال الزوج تروجتكِ منذ اربعة و قالت هى منذ ستة اشهر فالقول قولها وهو ابنه لان الظاهر شاهد لها فانها تلد ظاهرا من نكاح لا من سفاح ولم يذكر الاستحلاف وهو علىٰ الاختلاف (۹)۔

ترجمہ: پس اگر عورت سے بچہ پیدا ہوا۔ پھر میاں بیوی نے اختلاف کیا۔ پس شوہر نے کہا میں نے تجھے چار ماہ سے نکاح میں لیا ہے اور عوت نے کہا کہ چھ ماہ سے ۔ تو قول عورت ہی کا (قبول) ہوگا۔ اور یہ بچہ اس کے شوہر کا بیٹا ہے ۔ کیونکہ ظاہر اس عورت کا شاھد ہے اس لیے کہ وہ نکاح سے بچہ جنے گی نہ کہ زناء سے ۔ اور امام محمدؒ نے قسم لینا ذکر نہیں فرمایا حالانکہ وہ مختلف فیہ ہے ۔

تشریح

مدتِ حمل میں عورت کا قول معتبر ہوگا

مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت سے بچہ پیدا ہوا ۔ پھر زوجین نے اختلاف کیا چنانچہ شوہر کہتا ہے میں نے تجھے صرف چار ماہ سے نکاح میں لیا ہے ۔ اور بیوی کہتی ہے کہ ایسا نہیں بلکہ پورے چھ ماہ سے میں آپ کے نکاح میں ہوں۔ تو اس صورت میں عورت ہی کا قول معتبر ہوگا ۔اور یہ بچہ اس کے شوہر کا بیٹا کہلائے گا یعنی اس سے اس بچہ کا نسب ثابت ہوگا۔

دلیل یہ ہے کہ ظاہر حال عورت کے موافق ہے کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ مسلمان عورت سے بچہ کی ولادت نکاح کی وجہ سے ہے نہ کہ زنا کی وجہ سے ، اور ظاہر حال جس کے موافق ہو وہ مدعی علیہ ہے ۔ پس اس مسئلہ میں عورت (بیوی) مدعیٰ علیہ اور اس کا شوہر مدعی ہے اور حدیث نبوی ﷺ ہے : ''البينة علی المدعی واليمين علیٰ من انكر'' (۱۰)۔''گواہی مدعی کے ذمے ہے اور قسم اس پر جس نے انکار کیا'' یعنی مدعا علیہ پر۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ گواہی اور قسم کے علاوہ ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کی بنیاد پر فیصلہ کیا جاسکے ۔

اَلْبَیِّنہ کا مفہوم

امام العسقلانی فرماتے ہیں :

'' ہر وہ چیز جو حق کو ظاہر کردے وہ بینہ ہے'' (۱۱) مذکورہ حدیث کی رو سے اگر مدعی کے پاس گواہی نہ ہو تو مدعیٰ علیہ کا قول معتبر ہوتا ہے اور چونکہ یہاں مسئلہ مفروضہ یہی ہے کہ شوہر کے پاس بینہ نہیں ہے اس وجہ سے عورت جو مدعیٰ علیہ ہے ۔ اس کا قول معتبر ہوگا۔

صاحب ہدایہ کے اعتراضات اور ان کا جواب

صاحب ہدایہ نے اس موقع پر دو اعتراض مع جواب ذکر کیے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں ۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ عورت علوقِ (نطفہ) شوہر کے بیان کردہ زمانے یعنی چار ماہ سے پہلے زمانے کی طرف منسوب کرتی ہے اور شوہر اس کا منکر ہے اور بینہ نہ ہونے کی صورت میں منکر کا قول معتبر ہوتا ہے لہٰذا شوہر کا قول معتبر ہونا چاہیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ معارض ہے اس طور پر کہ شوہر علوق کو نکاح سے پہلے زمانے کی طرف منسوب کرنے کا مدعی ہے ۔ اور عورت اس کی منکر ہے ۔ لہٰذا عورت کا قول معتبر ہونا چاہیے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ : ظاہر حال شوہر کے قول کا شاہد ہے ۔ اس لیے کہ نکاح امر حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ ان کو اقرب اوقات کی طرف منسوب کیا جائے اور اقرب اوقات کا قائل شوہر ہے ۔ نہ کہ اس کی بیوی ۔ پس شوہر مدعیٰ علیہ ہوا ۔ اور چونکہ مدعیٰ علیہ کا قول معتبر ہوتا ہے ۔ اس لیے شوہر کا قول معتبر ہونا چاہیے۔

جواب

نسب ثابت کرنے میں احتیاط کی جاتی ہے ۔ پس جب دو ظاہر متعارض ہو گئے تو مثبت کو نافی پر ترجیح ہوگی۔ اور چونکہ عورت کا قول مثبت للنسب ہے اور شوہر کا قول نافی للنسب ہے اس لیے عورت کا قول راجح ہوگا۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں ذکر نہیں فرمایا کہ عورت سے قسم لی جائے یا نہ لی جائے حالانکہ یہ بات مختلف فیہ ہے ۔ چنانچہ صاحبین کے نزدیک قسم لی جائے اور امام صاحب کے نزدیک نہ لی جائے (واللہ اعلم)۔

فتویٰ اسی پر ہے کہ قسم لی جائے گی جیسا کہ صاحبین کا قول ہے ۔قیام نسب کے سلسلے میں شرعی اثبات کے تمام وسائل قبول کیے جائیں گے۔

فتح القدیر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کے بچہ پیدا ہونے کے بعد زوجین میں اختلاف پیدا ہوگیا ۔شوہر نے کہا کہ اسے نکاح کیے ہوئے صرف چار ماہ گذرے ہیں عورت نے کہا چھ ماہ ہو گئے ۔ ایسی صورت میں عورت کا قول معتبر ہو گا ، کیونکہ یہاں ظاہر حال کی شہادت عورت کے حق میں ہے یعنی یہ کہ بچے کی پیدائش نکاح کے تحت مانی جائے نہ کہ زنا کا نتیجہ ہو(۱۲)۔

فصل سوم

طلاق کو بچے کی پیدائش سے مخصوص کرنا

مسئلہ نمبر 11

وان قال لامرأته اذا ولدتِ ولداً فانتِ طالق فشهدت امرأة علیٰ الولادة لم تطلق عند ابی حنیفهؒ و قال ابو یوسفؒ و محمدؒ تطلق لانَّ شهادتها حجة فی ذالك قال علیه السلام شهادة النساء جائزة فیما لا یستطیع الرجال النظر الیه ولانها لما قبلت فی الولادة تقبل فیما یبتنی علیها وهوا الطلاق ولابی حنیفةؒ انها ادعت الحنث فلا یثبت الابحجة تامه وهذا لانَّ شهادتهن ضروریه فی حق الولادة فلا تظهر فی حق الطلاق لانه ینفك عنها (۱۳)۔

ترجمہ: اور جب کسی نے اپنی بیوی سے کہا جب تو بچہ جنے تو، تو طالقہ ہے۔ پھر ایک عورت نے بچہ جننے پر گواہی دی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک طلاق واقع نہیں ہوگی۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا: کہ طلاق پڑ جائے گی۔ اس لیے کہ اس باب میں ایک عورت کی شہادت حجت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں کی گواہی ایسے امر میں جائز ہے جس میں مردوں کو نظر کرنے کی قدرت نہیں''۔

اور اس لیے کہ جب ایک عورت کی شہادت ثابت کرنے میں قبول ہے تو جو چیز ولادت پر مبنی ہے اس میں بھی قبول کی جائے گی۔ اور وہ طلاق ہے۔

اور امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے حانث (قسم توڑنے والا) ہونے کا دعویٰ کیا۔ پس حنث ثابت نہیں ہوگا مگر حجت نامہ سے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ ولادت کے بارے میں عورتوں کی شہادت جائز ہونا بضرورت ہے۔ تو طلاق کے بارے میں (اس کا اثر) ظاہر نہ ہوگا۔ کیونکہ طلاق ولادت سے جدا بھی ہوتی ہے''۔

تشریح

وقوع طلاق میں اختلاف ائمہ مع الادلة

صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی زوجہ سے کہا اذا ولدت ولداً فانت طالق پس ایک عورت (دایہ) نے بچہ پیدا ہونے پر شہادت دی اور شوہر ولادت کا منکر ہے درآنحالیکہ اس عورت کا حمل نہ ظاہر تھا اور نہ شوہر نے اس کے حاملہ ہونے کا اقرار کیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اس عورت پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ البتہ نسب

ثابت ہو جائے گا۔ اور صاحبین نے فرمایا: ''طلاق واقع ہو جائے گی''۔

دلائل ائمہ

صاحبین کی دلیل

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے ولادت ثابت ہو جاتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع الرجال النظر اليه''۔

''عورتوں کی شہادت ہر ایسے امر میں جائز ہے جس کی طرف مردوں کو دیکھنا شرعاً منع ہے'' (۱۴)۔

پس جب ایک عورت کی شہادت سے ولادت ثابت ہوگئی تو طلاق بھی واقع ہو جائے گی کیونکہ طلاق ولادت پر معلق کی گئی ہے۔ یعنی طلاق کو ولادت کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا جوں ہی ولادت ہوئی تو عورت کو طلاق پڑ گئی۔

اس کے علاوہ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عن الزهری قال ... الخ

''فرمایا کہ ان امور میں جن پر عورتوں کے علاوہ کوئی مطلع نہیں ہو سکتا عورتوں کی شہادت کے جواز پر سنت جاری ہے''۔

دوسری دلیل

دوسری دلیل یہ ہے کہ جب ایک عورت (دایہ) کی شہادت، ولادت ثابت کرنے میں حجت ہے تو طلاق جو ولادت پر معلق اور مبنی ہے اس کو ثابت کرنے میں بھی یقیناً حجت ہوگی۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل

امام ابو حنیفہؒ (م-۱۵۰ھ) کی دلیل یہ ہے کہ عورت (بیوی) نے اپنے شوہر پر حانث (قسم توڑنے والا) ہونے کا دعویٰ کیا یعنی وقوع طلاق کا اور شوہر اس کا منکر ہے۔ لہٰذا عورت کا یہ دعویٰ بغیر حجت کاملہ کے ثابت نہیں ہوگا۔

اور رہی یہ بات کہ طلاق موقوف ہے ولادت پر اور ولادت ثابت ہو جاتی ہے ایک عورت کی گواہی سے۔ لہٰذا طلاق جو موقوف ہے اس کا ثبوت بھی ایک عورت کی شہادت سے ہونا چاہیے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولادت کے حق میں عورتوں کی شہادت ضرورةً معتبر ہے اور جو چیز ضرورةً

ثابت ہو وہ بقدر ضرورت ثابت ہوتی ہے ۔ یعنی موضع ضرورت سے تجاوز نہیں کرتی ۔ پس ایک عورت کی شہادت سے ولادت ثابت ہو جائے گی ۔ کیونکہ ولادت کے وقت مرد موجود نہیں رہتے اس لیے ولادت کے حق میں عورتوں کی شہادت کا ضرورۃً اعتبار کیا گیا ہے ۔ البتہ طلاق کے حق میں ایک عورت کی شہادت کا اثر ظاہر نہیں ہوگا۔ کیونکہ طلاق اور ولادت میں کوئی الزام نہیں بلکہ طلاق بغیر ولادت کے اور ولادت بغیر طلاق کے پائی جاتی ہے ۔

اس مسئلہ میں امام اعظمؒ کی دلیل صاحبین کی دلیل کے مقابلے میں کمزور معلوم ہوتی ہے ۔ اس طرح ہر کہ بلاشبہ طلاق اور ولادت کے درمیان تلازم نہیں لیکن اس مسئلہ میں طلاق ولادت کے لوازم میں سے معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ طلاق ولادت پر معلق کی گئی ہے'' کہ تو جنے تو تجھے طلاق'' اور معلق بالشئی کے لوازم میں سے ہوتی ہے اور قاعدہ ہے کہ:

"اذا ثبت الشئی ثبت بلوازمہ"۔

یعنی جب شئی ثابت ہوگی تو اپنے تمام لوازم کے ساتھ ثابت ہو گی۔

لہٰذا ایک عورت کی شہادت سے ولادت ثابت ہو گی تو اس کا لازم یعنی طلاق بھی ثابت ہو جائے گی۔

پس دلیل کی روشنی میں صاحبین کا مسلک راجح معلوم ہوتا ہے (۱۵) ۔ (واللہ اعلم)۔

فصل چہارم

خاوند کی طرف سے حمل کا اقرار

مسئلہ نمبر 12

وان كان الزوج قد اقر بالحمل طلقت من غير شهادة عند ابى حنيفةؒ و عندهما تشترط شهادة القابلة لانه لابد من حجةٍ لدعوٰها الحنث وشهادتها حجة فيه علىٰ مابنيا وله ان الا قرار بالحمل اقرار بما يقضى اليه وهوا لولادة ولانه اقر بكونها مؤتمنة فيقبل قولها فى ردالامانة (١٦)۔

ترجمہ: اور اگر شوہر نے اس عورت کے حاملہ ہونے کا اقرار کیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بغیر گواہی کے مطلقہ ہوجائے گی ۔ اور صاحبین کے نزدیک دایہ کی گواہی شرط ہے ۔ کیونکہ عورت کے دعویٰ حنث کے لیے حجت کا ہونا ضروری ہے ۔ اور ایک عورت (دایہ) کی شہادت اس باب میں حجت ہے ۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ۔

اور امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی دلیل یہ ہے کہ حاملہ ہونے کا اقرار اس چیز کا اقرار ہے جس کی طرف یہ پہونچے گا اور وہ ولادت ہے ۔ اور اس لیے کہ شوہر نے عورت کے امانت دار ہونے کا اقرار کیا ہے پس امانت واپس کرنے میں اس کا قول قبول ہوگا ۔

تشریح

شوہر کا اقرارِ حمل اور انکارِ ولد

مسئلہ یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے حاملہ ہونے کا اقرار کر چکا پھر اس نے اس کی طلاق کو بچہ پیدا ہونے پر معلق کیا۔ پس عورت نے دعویٰ کیا کہ بچہ پیدا ہوگیا اور شوہر نے اس کی تکذیب کی ۔ تو اس صورت میں امام اعظمؒ کے نزدیک بغیر شہادت کے یہ عورت مطلقہ ہوجائے گی ۔ (کیونکہ اس نے خود ہی ولادت کا دعویٰ کیا ہے)۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک وقوع طلاق کے لیے دایہ کی شہادت شرط ہے ۔

صاحبین کی دلیل

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ عورت نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ میرا شوہر اپنی قسم اذولدت ولداً فانت طائق میں حانث ہوگیا یعنی قسم توڑنے والا ہوگیا اور شوہر کے حانث ہونے کو ثابت کرنے کے لیے ایک عورت

(دایہ) کی شہادت کافی ہے ۔ جیسا کہ اوپر والے مسئلہ میں گذر چکا ہے (۱۷)۔

اس لیے ہم نے کہا کہ ایک عورت (دایہ) کی شہادت شرط ہے ۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ شوہر کی جانب سے اپنی بیوی کے حاملہ ہونے کا اقرار درحقیقت نتیجہ حمل یعنی ولادت کا اقرار کرنا ہے ۔ اور جب شوہر کی طرف سے ولادت کا اقرار پایا گیا تو شہادت کی ضرورت باقی نہ رہی۔ اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ بغیر شہادت کے ولادت ثابت ہوگئی اور طلاق واقع ہو جائے گی۔

دوسری دلیل

دوسری دلیل یہ ہے کہ جب شوہر نے اس بات کا اقرار کیا کہ میری بیوی حاملہ ہے تو گویا اس نے اس بات کا اقرار کیا کہ وہ امانت دار ہے ۔ یعنی اس کے پیٹ میں میرا بچہ ودیعت و امانت ہے اور امانت واپس کرنے میں امین کا قول معتبر ہوتا ہے ۔

اس لیے یہاں بھی امانت واپس کرنے یعنی بچہ جننے میں امین کا قول معتبر ہوتا ہے اس لیے یہاں بھی امانت واپس کرنے یعنی بچہ جننے میں امین یعنی عورت کا قول قبول ہوگا ۔ شہادت وغیرہ کی ضرورنہیں (۱۸)۔

حوالہ جات وحواشی باب چہارم

١۔ الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، ج۲،ص۴۳۲۔

۲۔ سورة الاحقاف :۴۶/ ۱۵۔

۳۔ بدائع الصنائع، علامہ ابو بکر علاء الدین الکاسانیؒ (م۵۸۷ھ)، ج۳،ص ۲۱۱۔

۴۔ سورة لقمان :۳۱/۱۴۔

۵۔ سورة البقرة :۲/ ۲۳۳۔

۶۔ تفسیرات احمدیه، ملا احمد جیون امیٹھوی، (حاشیہ سورة البقرة:۲/۲۳۳) ص ۱۶۶۔

۷۔ سورة النور : ۲۴/ ۶ تا ۱۰۔

۸۔ مجموعہ قوانین اسلام، ج۳،ص ۸۶۷، شرح وقایه، علامہ وحید الزمان، ج۲،ص ۸۵، السقایه شرح الوقایه، محمد غریب اللہ مسرور اسلام آبادی، ج۲،ص۱۷۴، اشرف الهدایه (شرح هدایه)، مولانا جمیل احمد، ج۵،ص ۱۶۰، فتح القدیر، ابن ہمام (م ۸۶۱ھ)، ج۳،ص ۳۱۰، المغنی، لمُوَفق الدین أبی محمد عبداللہ بن احمد محمد بن قدامہ (م۶۲۰ھ)، ج۷،ص ۴۷۷، تفسیرات احمدیه، فی بیانات الآیات الشرعیه، حصہ دوم،ص ۶۲۴۔

۹۔ الهداية كتاب الطلاق باب ثبوت النسب، ج ۲،ص ۴۳۲۔

۱۰۔ مشکوٰة المصابیح، ابو عبداللہ محمد ولی الدین بن عبداللہ عمری، باب الاقضیه والشهادات،ص ۳۲۶۔

۱۱۔ فتح الباری، احمد بن علی بن حجر العسقلانی (م ۸۴۸ھ یا ۸۶۵ھ)، ج۳،ص ۱۶۰۔

۱۲۔ فتح القدیر، ابن ہمام (م۸۶۱ھ)، ج ۳ ص ۳۰۹، مجموعہ قوانین اسلام، ج ۳ ص ۸۷۱، مجمع الانهر، داماد آفندی (م۱۰۷۸ھ)، ج۱،ص ۴۷۷۔

۱۳۔ الهداية كتاب الطلاق باب ثبوت النسب، ج۲،ص۴۳۲۔

۱۴۔ المغنی، ابن قدامہ مقدسی (م۶۲۰ھ)،ج۹،ص ۱۵۵۔

۱۵۔ اشرف الهدایه، مولانا جمیل احمد سکروڈوی، ج۵،ص ۲۵۶، فتح القدیر، ابن ہمام (م۸۶۱ھ)، ج۳،ص ۳۰۸۔

۱۶۔ الهدایه، کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب، ج ۲،ص۴۳۳۔

۱۷۔ هدایه، ابو الحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل برہان الدین مرغینانی (م۵۹۳ھ)، کتاب الطلاق،ج ۲،ص ۴۳۲۔

۱۸۔ شرح وقایه، علامہ وحید الزمان، ج۲،ص ۸۵، السقایه شرح الوقایه، محمد غریب اللہ مسرور اسلام آبادی، ج۲، ص۱۷۴، اشرف الهدایه، مولانا جمیل احمد، ج ۵،ص ۲۵۷۔

باب پنجم

مدت حمل اور ثبوت نسب کے دیگر احکام

باب پنجم

مدت حمل اور ثبوت نسب کے دیگر احکام

فصل اوّل

اکثر مدت حمل میں اختلاف مع الادلہ

فصل دوم

اولاد امہ (لونڈی) اور ثبوت نسب کے احکام

۱۔ مملوکہ باندی کے بچے کا نسب

۲۔ لونڈی کے بطن میں بچے کو ثبوت نسب سے معلق کرنا

۳۔ باندی سے توامین (جوڑواں) بچوں کا نسب

فصل سوم

نکاح کی مختلف صورتوں میں نسب کے احکام

فصل چہارم

ام ولد کے لیے نسب و میراث کے احکام

فصل اول

اکثر مدت حمل میں اختلاف مع الادلہ

مسئلہ...... 13

قال و اکثر مدۃ الحمل سنتان لقول عائشۃؓ الولد لا یبقی فی البطن اکثر من سنتین ولو بظل مغزل و اقلہ ستۃ اشھر لقولہ تعالیٰ و حملہ و فصالہ ثلاثون شھراً ثم قال و فصالہ فی عامین فبقی للحمل ستۃ اشھر و الشافعیؒ یقدر الاکثر باربع سنین والحجۃ علیہ ما رویناہ والظاھر انھا قالتہ و سماعاً اذا لعقل لا یھتدی الیہ (۱)۔

ترجمہ: امام قدوریؒ نے فرمایا کہ حمل کی اکثر مدت دو سال ہے۔ دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ "الولد لا یبقی فی البطن اکثر من سنتین " کہ بچہ (ماں) پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں رہتا اگرچہ " ولو بظل مغزل "یعنی تکلے کے سایہ بھر ہو اور حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (قرآن مجید) میں فرمایا وحملہ و فصالہ ثلاثون شھراً، بچہ کا حمل میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس ماہ میں پھر فرمایا " و فصالہ فی عامین" اور بچہ کا دودھ چھوڑنا دو برس میں ہوتا ہے۔ تو حمل کے واسطے چھ ماہ باقی رہے اور (امام) شافعیؒ نے اکثر مدت حمل کا اندازہ چار برس لگایا ہے اور امام شافعیؒ کے خلاف وہ حدیث حجت ہے جس کو ہم نے روایت کیا۔ اور ظاہر یہی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسکو (آنحضرت ﷺ) سے سن کر بیان کیا ہوگا، اس لیے (یہاں) عقل کو ایسا اندازہ لگانے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

تشریح

اکثر مدت حمل میں مسالک ائمہ مجتہدین

علماء حنفیہ کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت چار سال ہے۔

امام احمد بن حنبل کا ایک قول حنفی مسلک کے موافق بھی ملتا ہے۔

علاوہ ازیں لیث بن سعد کے نزدیک تین سال، عباد بن عوام کے نزدیک پانچ سال اور امام ابن شہاب زھریؒ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق پانچ سال اور دوسری روایت کے مطابق سات سال تک آخری مدت ہے، یعنی اتنے عرصہ تک بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں رہ سکتا ہے (۲)۔

سلسلہ دلائل

احناف کا نقطۂ نظر

حمل کی زائد سے زائد مدت دو سال ہونے کے ثبوت میں احناف اپنی دلیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث'' الو لا يبقى فى بطن امه اكثر من سنتين ولو بظل مغزل '' (۳)۔

یعنی بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں دو سال سے زیادہ نہیں رہتا۔ اگرچہ تکلے کے سایہ بھر ہو'' پیش کرتے ہیں۔

یہاں'' بظل مغزل '' کا لفظی ترجمہ ہے۔

'' تکلی کا سایہ'' دراصل اس لفظ سے یہاں کنایہ قلت وقت مراد ہے۔

احناف کا کہنا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذکورہ بالا قول حضرت محمد ﷺ سے سماعت پر مبنی سمجھا جائے گا اور اس کو ان کی ذاتی رائے تسلیم کیا جانا ممکن نہیں، کیونکہ ایسے احکام میں ذاتی رائے کو دخل نہیں دیا جاسکتا بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ اس قسم کے تشریعی حکم میں کسی صحابی یا صحابیہ کا قول رسول ﷺ سے سماعت پر مبنی سمجھا جاتا ہے اور وہ حدیث مرسل کا درجہ رکھتا ہے (۴)۔

دلائل ائمہ ثلاثہؒ

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل (رحمہم اللہ تعالیٰ) اپنے اقوال کے ثبوت میں چند حسب ذیل واقعات بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ ولید بن مسلم سے مروی ہے:

قال، قلت: '' لمالك بن انس رحمه الله عليه حديث جميله بنت سعد عن عائشةؓ لا تذيد المرأة على السنتين فى الحمل، قال مالك: سبحان الله من يقول هذا؟ جارتنا امرأة محمد بن عجلان تحمل اربع سنين قبل ان تلد ''۔

یعنی ولید نے کہا'' کہ میں نے حضرت امام مالک کے سامنے جمیلہ بنت سعد کی اس حدیث کا ذکر کیا جس کو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ کوئی عورت دوسال سے زیادہ حاملہ نہیں رہ سکتی۔

امام مالکؒ نے فرمایا: '' سبحان اللہ! یہ کون کہہ سکتا ہے؟ ہماری ہمسایہ عورت، محمد بن عجلان کی بیوی چار سال تک حاملہ رہی ہے'' ۔

اس واقعہ کو امام شافعی نے بھی بطور دلیل نقل کیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے بھی بنی عجلان کے بارے

میں کہا ہے کہ بنی عجلان کی عورتیں عموماً چار چار سال تک حاملہ رہی ہیں اور عجلان کی زوجہ کے تین بچے پیدا ہوئے اور ہر بچہ چار سال تک حمل میں رہا۔

اس طرح محمد بن عبداللہ بن علی اپنی والدہ کے پیٹ میں چارسال تک رہے ۔ ابو الخطاب نے ابراہیم بن نجیح العقیلی کے متعلق بھی یہی روایت کیا ہے ۔ نیز حضرت امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔ چنانچہ امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حمل کی انتہائی مدت چار سال تک ہے (۵)۔

حنفیہ کا جواب

حنفیہ نے ایسے واقعات کے جواب میں کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ان کا قول شارع علیہ السلام کی طرف منسوب تصور کیا جائے گا جس میں خطا کا احتمال نہیں ۔ چنانچہ یہ حدیث مذکورہ واقعات کے مقابلے میں حجت قرار پا سکتی ہے ۔ نیز اگر ان واقعات کے بارے میں امام مالک کے بیان کو صحیح تسلیم بھی کرلیا جائے ، تب بھی یہ امر قطعیت کے ساتھ ثابت قرار نہیں دیا جاسکتا کہ حمل کی انتہائی مدت چار سال ہے ۔ زیادہ سے زیادہ اس واقعہ (یا اس قسم کے واقعات) کو نادر الوجود کہا جاسکتا ہے (۶)۔

جس پر قطعیت کے ساتھ اور آخری طور پر شرعی حکم کا مدار نہیں رکھا جاسکتا۔

حنفیہ کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ایک اور دلیل کے سبب بھی اس سلسلہ میں حجت قرار پا سکتا ہے ، وہ یہ کہ خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے :

﴿أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِنْ مَّآءٍ مَّهِينٍ ٥ فَجَعَلْنَهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ٥ اِلَى قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ٥﴾ (۷)۔

یعنی '' کیا نہیں پیدا کیا ہم نے تم لوگوں کو بے قدرے پانی سے پھر کر دیا اس کو ٹھرنے کی جگہ (رحم میں) ، مقرر وقت تک''۔

قرآن پاک کی مذکورہ آیت مبارکہ اس امر کے بیان میں '' مجمل'' ہے کہ کب تک بچہ رحم مادر میں رہے گا؟ اور یہ اصول تمام ائمہ کے نزدیک تسلیم شدہ ہے کہ اگر قرآن پاک کا کوئی حکم '' مجمل'' ہو تو اس کی تفسیر یا بیان '' خبر احاد'' کے ذریعہ سے ثابت ہوسکتا ہے ۔ البتہ اگر حکم مطلق ہے تو احناف کے نزدیک '' خبر احاد'' اس حکم کی تفسیر یا بیان قرار نہیں دی جاسکتی ۔ دیگر ائمہ کے نزدیک مطلق حکم کی صورت میں بھی '' خبر احاد'' اس کی تفسیر یا بیان قرار دی جاسکتی ہے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ، ام المومنین کا مندرجہ بالا قول خبر احاد کے درجہ میں ہے اور یہ قول مذکورہ بالا

آیات میں مذکور'' مجمل حکم'' کی تفسیر و بیان ہے ۔ یہ حدیث اگر چہ موقوف ہے، لیکن حکم میں مرفوع کا درجہ رکھتی ہے، کیونکہ مقادیر کا تعین قیاس پر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ موقوف علی الوحی ہے ۔ اس لیے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا محض اپنے قیاس اور رائے سے'' الی قدر معلوم'' کو دو سال سے تعبیر نہیں کر سکتی تھیں، جب تک کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ قول خود نہ سنا ہوتا ۔ بر کیف، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مذکورہ بالا حدیث کی بنیاد پر یہ قول مفتی بہ ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال ہو سکتی ہے ۔ اس طرح حمل کی اقل مدت بالاتفاق چھ ماہ ہے ۔

دلیل قرآن پاک کی آیت ﴿وحملہ و فصلہ ثلثون شھرا﴾ ہے (۸)۔ یعنی حمل میں اپنے اور دودھ چھوڑنے کی مدت تیس ماہ ہے پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿وفصلہ فی عامین﴾ (۹)۔

یعنی بچہ کا دودھ چھوڑنا دو برس میں ہوتا ہے ۔ پس مدت حمل چھ ماہ رہی۔

شیعہ نقطہ نظر

شیعہ فقہاء کے نزدیک حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ اور زادہ سے زائد مدت ۹ ماہ ہے اور بعض کے نزدیک دس ماہ اور بعض کے نزدیک یہ مدت حمل ایک سال تک ہوسکتی ہے ۔ لیکن علامہ نجم الدین ابی جعفر الحلی نے اپنی مشہور تصنیف شرائع الاسلام میں ایک سال کے قول کو متروک لکھا ہے (۱۰)۔

فصل دوم

اولاد أمة کے ثبوت نسب کے احکام

شق نمبر 1: مملوکہ باندی کے بچے کا نسب

مسئلہ...... (14)

ومن تزوج امة فطلقها ثم اشتراها فان جاء ت بولدٍ لا قل من ستة اشهر منذ يومِ اشراها لزمه والالم يلزمه لانه فى الوجه الاول ولد المعتدة فان العلوق سابق على الشراء و فى الوجه الثانى ولد المملوكة لانه يضاف الحادث الى اقرب وقته فلا بد من دعوة وهذا اذا كان الطلاق واحداً بائناً او خلعاً اور راجعياً اما اذا كان اثنتين يثبت النسب الىٰ سنتين من وقت الطلاق لانها حرمت عليه حرمة غليظة فلا يضاف العلوق الا الىٰ مَا قبله لانها لا تحل بالشراء (١١)۔

ترجمہ: اور جس شخص نے (دوسرے کی) باندی کے ساتھ نکاح کیا پھر (وطی کے بعد) اس کو طلاق دیدی۔ پھر اس کو (اس کے مالک سے) خرید لیا۔ پس اگر خرید نے کے وقت سے چھ ماہ سے کم پر بچہ جنا تو نسب اس کو لازم ہوگا۔ ورنہ لازم نہ ہوگا۔ کیونکہ پہلی صورت میں وہ عورت والی کا بچہ ہے۔ اس لیے کہ علوق (نطفہ) خرید نے پر سابق ہے۔ اور دوسری صورت میں مملوکہ باندی کا بچہ ہے۔ اس وجہ سے کہ اس کا حدوث سب کے نزدیک وقت کی طرف منسوب ہوگا۔ پس نسب کا دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ اور یہ (حکم) اس وقت ہے جبکہ ایک طلاق بائنہ یا خلع یا ایک رجعی ہو۔ برحال جب دو طلاقیں دیں تو طلاق کے وقت سے دو سال تک نسب ثابت ہوگا۔ کیونکہ باندی اپنے شوہر پر بحرمتِ غلیظہ حرام ہوگی۔ پس نطفہ منسوب نہیں کیا جائے گا۔ مگر طلاق سے پہلے کی طرف کیونکہ خریدنے کی وجہ سے یہ باندی حلال نہیں ہوسکتی ہے۔

تشریح

مملوکہ باندھی کی ۲ (دو) حالتیں اور انکا حکم

مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے دوسرے (شخص) کی باندی سے نکاح کیا۔ پھر وطی (دخول) کے بعد اس کو طلاق دے دی۔ پھر (طلاق کے بعد) اس (باندی) کو اس کے مالک سے خرید لیا۔ پس اگر خریدنے کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو بغیر دعویٰ نسب کے، نسب اس (بچہ) کو لازم ہوگا۔ اور اگر چھ ماہ یا زائد

میں بچہ پیدا ہوا ہے تو بغیر دعویٰ نسب کے نسب اس کو لازم نہیں ہو گا۔

دلیل

دلیل یہ ہے کہ پہلی صورت میں چونکہ چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہے اس لیے معلوم ہوا کہ نطفہ خریدنے سے پہلے ہی قرار پا چکا تھا، پس ثابت ہو گیا کہ یہ بچہ معتدہ (باندی) کا ہے اور معتدہ (باندی) مطلقہ کے بچے کا نسب بغیر دعویٰ نسب کے ثابت ہوجاتا ہے۔ کیونکہ زمانہ عدت میں حکماً عورت کا فراش ہونا موجود رہتا ہے ۔ اس وجہ سے ہم نے کہا کہ اس صورت میں نسب اس شخص کو لازم ہو گا۔

دوسری صورت میں چونکہ بچہ کی ولادت چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں ہوئی ہے تو یہ مملوک باندی کا بچہ ہوگا۔ کیونکہ نطفہ کا قرار پانا اقرب اوقات کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ۔ اور اقرب الاوقات اس کا مملوکہ ہونا ہے ۔ پس ثابت ہوا کہ خریدنے کے بعد ملک یمین میں نطفہ قرار پایا ہے ۔

خلاصہ یہ کہ یہ بچہ مملوکہ باندی کا ہے اور مملوکہ باندی کے بچہ کا نسب بغیر دعویٰ کے ثابت نہیں ہوتا۔

اس لیے اس صورت میں نسب کا دعویٰ کرنا ضروری ہوگا۔ صاحب ہدایہ ، برھان الدین مرغنیانی فرماتے ہیں کہ یہ تفصیل اس وقت ہے جبکہ اس کو ایک طلاق بائن یا رجعی دی ہو یا خلع کیا ہو۔ اگر دو طلاقیں دی ہیں تو طلاق کے وقت سے دو سال تک نسب ثابت ہو جائے گا(۱۲)۔

دلیل

دلیل یہ ہے کہ باندی دو طلاقوں سے حرام بحرمت غلیظہ ہوگئی ہے اور جب حرمت غلیظہ ثابت ہو گئی تو ملک یمین کے طور پر بھی اس سے وطی کرنا حرام ہو گا ۔ پس جب اس سے وطی (جماع) کرنا حرام ہے تو علوق (نطفہ) اقرب اوقات کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا ۔ بلکہ مسلمان کو فعل حرام سے بچانے کے لیے اس کو بعد اوقات کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ اور بعد اوقات ما قبل الطلاق ہے نہ کہ ما بعد الطلاق۔

اس لیے اگر طلاق کے وقت سے دو سال سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب لازم ہو گا ۔ اور اگر شوہر نے اس کو ایک طلاق دی ہے تو طلاق کے بعد ملک یمین کے طور پر اس سے وطی کرنا حلال ہے ۔ لہٰذا بچہ کو اس صورت میں اقرب اوقات یعنی مابعد الطلاق کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے ۔ پس اس وقت یہ مملوکہ کا بچہ ہوگا۔ اور مملوکہ کے بچے کا نسب بغیر دعویٰ کے ثابت نہیں ہوگا۔

منکوحہ باندی کے متعلق ایک اہم سوال اور اسکا جواب

یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے وہ یہ کہ منکوحہ باندی کو دو طلاقیں دینے کے بعد جب اس کو خرید لیا تو ملک

یمین کی وجہ سے حرمت جماع ختم ہو جاتی ہے اگر چہ حرمت غلیظہ ہی کیوں نہ ہو، جو (دو طلاقوں سے واقع ہو جاتی ہے) اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ٥ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ٥﴾(۱۳)۔

''اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں''۔ سورۃ المعارج میں بھی ایسا ہی مضمون آیا ہے۔

مذکورہ آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مملوکہ باندی کے ساتھ وطی (جماع) کرنا علی الاطلاق جائز ہے۔ لہٰذا دو طلاقوں کے بعد جب اس کو خرید لیا تو بھی اس کے ساتھ وطی کرنا جائز ہونا چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ جناب باری تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾۔

''پس اگر وہ اس کو طلاق دے دے تو وہ عورت اس کے بعد اس کے لیے جائز نہیں تاکہ وہ اس کے سوا کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے'' (۱۴)۔

باندی کے بارے مین دوسری طلاق ایسی ہی ہے جیسے آزاد عورت کے حق میں تیسری۔ پس یہ آیت محرم ہے اور دوسری آیت مبیح اور تعارض کے وقت مبیح پر محرم کو ترجیح ہوتی ہے (۱۵) (واللہ اعلم بالصواب)۔

شق نمبر 2: لونڈی کے بطن میں بچے کو ثبوت نسب سے معلق کرنا

مسئلہ...... 15

و من قال لامته ان كان فى بطنك ولد فهو مِنّى فشهدت على الو لادة امرأة فهى ام ولده لان الحاجة الى تعين الولد ويثبت ذالك بشهادة القابلة بالا جماع (١٦)۔

ترجمہ: اور جس نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہوتو وہ میرے (نطفہ) سے ہے۔ پھر بچہ پیدا ہونے پر ایک عورت نے گواہی دی تو یہ باندی اس کی اُمّ ولا ہو جائے گی۔ اس لیے کہ (یہاں) صرف ولادت متعین ہونے کی حاجت ہے۔ اور یہ بات، بالاتفاق دایہ کی شہادت سے ثابت ہو جاتی ہے۔

تشریح

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی باندی سے کہا'' ان كان فى بطنك ولد فهو مِنّى '' ''یعنی اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہوتو میرے نطفہ سے ہے'' پس پھر ایک عورت یعنی دایہ نے بچہ پیدا ہونے کی گواہی دی، تو یہ باندی اپنے مولیٰ کی ام ولد ہو جائے گی۔

دلیل

دلیل یہ ہے کہ نسب ثابت ہونے کا سبب یہ ہے کہ مولیٰ نسب کا دعویٰ کرے اور مولیٰ کی طرف سے یہ پایا گیا۔ کیونکہ مولیٰ نے کہا ہے فهو مِنّى۔ یعنی یہ حمل میرے نطفہ سے ہے۔

اب صرف یہ متعین کرنا ہے کہ بچہ پیدا ہوا یا نہیں تو یہ بالاتفاق دایہ کی شہادت سے ثابت ہو جاتا ہے پس جب دایہ ولادت پر شہادت دے دی تو مولیٰ سے نسب ثابت ہو جائے گا، اور باندی اس کی ام ولد ہو گئی۔ مگر یہ حکم اس وقت ہے جبکہ باندی نے مولیٰ کے فهو مِنّى کہنے کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں بچہ جنا ہو۔ اور اگر چھ ماہ یا زائد میں جنا ہے تو بغیر دعویٰ کے نسب ثابت نہیں ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ مولیٰ کے فهو مِنّى کہنے کے بعد حاملہ ہوئی ہو۔ پس اس بچہ کا مدعیٰ نہیں ہوا اور پہلی صورت میں مولیٰ کے فهو مِنّى کہتے وقت بچہ کا پیٹ میں ہونا یقینی ہے۔ اس لیے اس صورت میں دعویٰ نسب صحیح ہے (١٧)۔

شق نمبر 3: باندی سے (جڑواں)، (دو بچے ایک ہی بطن سے پیدا ہونے والے) بچوں کا نسب

مسئلہ...... 16

قال و من ادعی احد التوامین ثبت نسبهما منه لانها من ماءٍ واحدٍ فمن ضرورة ثبوت نسب احدهما ثبوت نسب الاخر وهذا لان التوامین ولد ان بین ولادتهما اقل من ستةِ اشهرٍ فلا یتصور علوق الثانی حادثاً لانه لا حمل لاقل من ستة اشهر وفی الجامع الصغیر اذاًکان فی یده غلامانِ توامان ولدا عنده فباع احدهما واعتقةً المشتری ثم ادعی البائع الذی یده فهما ابناه وبطل عتق المشتری لانه لماثبت نسب الولد الذی عنده المصادفةِ العلوق والدعوة ملکه اذا المسألة مفروضةً فیه ثبت به حریة الاصل فیثبت نسب الاخر وحُرّیةُ الاصل فیه ضرورة لانهما تو امان فتبین ان عتق المشتری وشراء لا فی حُرَّ الاصل فبطل بخلاف ماذا کان الولد واحدّ الان هناك یبطل العتق فیه مقصوداً الحق دعوةِ البائع وههنا ثبت بتعًا لحرّیة الاصل فافترقا قاولولم یکن اصل العلوق فی ملکه ثبت نسب الولد الذی عنده ولا ینقض البیع باع لان هذه دعوة تحریر لا نعدام شاهد الاتصال فیقتصر علی محل ولایته (۱۸)۔

ترجمہ: جس نے دو جوڑ یا بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس سے دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ وہ دونوں ایک ہی نطفہ سے ہیں تو ایک کے ثبوت نسب سے دوسرے کے نسب کا ثبوت ضروری ہے، اور یہ اس لیے کہ توامین وہ دو بچے ہیں جن کی پیدائش کے درمیان چھ ماہ سے کم مدت ہو پس ثانی کا علوق بعد میں ممکن نہیں کیونکہ حمل کی میعاد چھ ماہ سے کم نہیں ہے، جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی کے قبضہ میں دو جوڑیا غلام ہوں جو اس کے ہاں پیدا ہوئے ہیں اور وہ ان میں سے ایک کو فروخت اور مشتری اس کو آزاد کر دے پھر بائع اس غلام کا دعویٰ کرے جو اس کے قبضہ میں ہے تو وہ دونوں اس کے بیٹے ہوں گے اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہو گا، اس لیے کہ جب اس بچہ کا نسب ثابت ہوگا جو بائع کے پاس ہے، قرار نطفہ اور دعویٰ نسب اس کی ملک میں پائے جانے کی وجہ سے کیونکہ مسئلہ اس میں مفروض ہے تو اس سے اصل آزادی بھی بالضرور ثابت ہو گئی کیونکہ وہ دونوں جوڑیا ہیں، تو اب یہ ظاہر ہو گیا کہ مشتری کا آزاد کرنا اور اس کا خریدنا اصلی آزادی سے اعتاق ہوا لہٰذا باطل ہو گیا، بخلاف اس کے جب بچہ ایک ہی ہو کیوں کہ وہاں بائع کے دعویٰ نسب کی وجہ سے قصداً عتق باطل ہوتا ہو اور یہاں اصل آزادی کی وجہ سے مشتری کے اعتاق کا باطل ہونا تبعاً ثابت ہوا پس دونوں میں فرق ہو گیا اور اگر اصل علوق اس کی ملک میں نہ ہو تو اس بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا جو اس کے پاس ہے اور

شق نمبر 3: باندی سے (جڑواں)، (دو بچے ایک ہی بطن سے پیدا ہونے والے) بچوں کا نسب

مسئلہ 16

قال و من ادعى احد التوامين ثبت نسبهما منه لانها من ماءٍ واحدٍ فمن ضرورة ثبوت نسب احدهما ثبوت نسب الاخر وهذا لان التوامين ولد ان بين ولادتهما اقل من ستةِ اشهرٍ فلا يتصور علوق الثانی حادثاً لانه لا حمل لاقل من ستة اشهر وفی الجامع الصغير اذاكان فی يده غلامانِ توامان ولدا عنده فباع احدهما واعتقة المشتری ثم ادعى البائع الذی يده فهما ابناه وبطل عتق المشتری لانه لماثبت نسب الولد الذی عنده المصادفةِ العلوق والدعوة ملكه اذا المسألة مفروضةً فيه ثبت به حرية الاصل فيثبت نسب الاخر وحُرّيةُ الاصل فيه ضرورة لانهما توامان فتبين ان عتق المشتری وشراء لا فی حُرّ الاصل فبطل بخلاف ماذا كان الولد واحدّ الان هناك يبطل العتق فيه مقصوداً الحق دعوةِ البائع وههنا ثبت بتعًا لحرّية الاصل فافترقا قاولولم يكن اصل العلوق فی ملكه ثبت نسب الولد الذی عنده ولا ينقض البيع باع لان هذه دعوة تحرير لا نعدام شاهد الاتصال فيقتصر على محل ولايته (١٨)۔

ترجمہ: جس نے دو جوڑ یا بچوں میں سے ایک کے نسب کا دعویٰ کیا تو اس سے دونوں کا نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ وہ دونوں ایک ہی نطفہ سے ہیں تو ایک کے ثبوت نسب سے دوسرے کے نسب کا ثبوت ضروری ہے، اور یہ اس لیے کہ توامین وہ دو بچے ہیں جن کی پیدائش کے درمیان چھ ماہ سے کم مدت ہو پس ثانی کا علوق بعد میں ممکن نہیں کیونکہ حمل کی میعاد چھ ماہ سے کم نہیں ہے، جامع صغیر میں ہے کہ جب کسی کے قبضہ میں دو جوڑیا غلام ہوں جو اس کے ہاں پیدا ہوئے ہیں اور وہ ان میں سے ایک کو فروخت اور مشتری اس کو آزاد کر دے پھر بائع اس غلام کا دعویٰ کرے جو اس کے قبضہ میں ہے تو وہ دونوں اس کے بیٹے ہوں گے اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہو گا، اس لیے کہ جب اس بچہ کا نسب ثابت ہوگا جو بائع کے پاس ہے، قرار نطفہ اور دعویٰ نسب اس کی ملک میں پائے جانے کی وجہ سے کیونکہ مسئلہ اس میں مفروض ہے تو اس سے اصل آزادی بھی بالضرور ثابت ہو گئی کیونکہ وہ دونوں جوڑیا ہیں، تو اب یہ ظاہر ہو گیا کہ مشتری کا آزاد کرنا اور اس کا خریدنا اصلی آزادی سے اعتاق ہوا لہٰذا باطل ہو گیا، بخلاف اس کے جب بچہ ایک ہی ہو کیوں کہ وہاں بائع کے دعویٰ نسب کی وجہ سے قصداً عتق باطل ہوتا ہو اور یہاں اصل آزادی کی وجہ سے مشتری کے اعتاق کا باطل ہونا تبعاً ثابت ہوا پس دونوں میں فرق ہو گیا اور اگر اصل علوق اس کی ملک میں نہ ہو تو اس بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا جو اس کے پاس ہے اور

فصل سوم

نکاح کی مختلف صورتوں میں ثبوت نسب کے احکام

مسئلہ 17

ومن قال لغلام هوا بنى ثم مات فجاء ت ام الغلام وقالت انا امر أته نهى امراته وهوا انبه ترثانه وفى النوادر جعل هذا جواب الاستحسان والقياس ان يكون لها الميراث لان النسب كما يثبت بالنكاح الصحيح يثبت بالنكاح الفاسد و بالوطى عن شبهة وبملك اليمين فلم يكن قوله اقرار بالنكاح وجه الاستحستان ان المسالة فيما اذا كانت معروفةً بالحرية وبكونها ام الغلام والنكاح الصحيح هو المتعين لذالك وضعاً وعادةً (۲۰)۔

ترجمہ: اور جس نے ایک لڑکے کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر مر گیا پھر اس لڑکے کی ماں آئی اور کہا کہ میں اس (مرحوم) کی بیوی ہوں تو یہ عورت اس کی بیوی (ہی تصور) ہوگئی۔ اور وہ لڑکا (جس کا اقرار مرحوم باپ نے کیا تھا)اس عورت کا بیٹا ہوگا۔ دونوں (ماں، بیٹا) میت کے وارث ہوں گے اور نوادر میں اس کو حکم استحسانی قرار دیا ہے اور قیاس یہ تھا کہ عورت کے واسطے میراث نہ ہو کیونکہ اس سے نسب جیسے نکاح صحیح سے ثابت ہوتا ہے ویسے ہی نکاح فاسد سے بھی ثابت ہوتا ہے اور وطی بالشبہ اور ملک یمین کے طور پر وطی سے بھی (ثابت ہوتا ہے) پس میت کا قول'' ھوانبی '' نکاح کا اقرار نہیں ہوا۔ اور وجہ استحسان یہ ہے کہ مسئلہ ایسی صورت میں ہے کہ عورت کا آزاد ہونا اور لڑکے کی ماں ہونا معروف ہو۔ اور نکاح صحیح ثبوت نسب کے لیے شرعاً اور عادتاً متعین ہو'۔

تشریح

صورت مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے ایک لڑکے کو کہا ھُوَ أبنِي (یہ میرا بیٹا ہے) پھر وہ شخص مر گیا۔ اس کے بعد اس (لڑکے) کی ماں آئی اور بولی کہ میں اس (مرحوم و مغفور) کی بیوی ہوں، تو یہ عورت اس (مرحوم) کی بیوی (متصور) ہوگئی۔ اور وہ لڑکا اس عورت کا بیٹا ہوگا اور ماں، بیٹا دونوں میت کے وارث ہوں گے۔

امام محمدؒ نے نوادر میں فرمایا کہ یہ استحسانی حکم ہے۔ ورنہ قیاس کی رو سے وہ عورت اس مرحوم کی وارث نہیں تھی کیونکہ نسب جس طرح نکاح صحیح سے ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح نکاح فاسد، وطی باشبہ اور وطی بملک یمین سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ پس اقرار کرنے والے (میت) کی جانب سے لڑکے کے بیٹا ہونے کا اقرار نکاح کے اقرار کو متلزم و لازم نہیں کرتا۔ اس لیے قیاس کا تقاضا ہے کہ عورت کو میراث کا حق نہ ہو۔

استحقاق میراث اور ایک سوال کا جواب

یہاں ایک سول ہے وہ یہ کہ استحساناً بھی عورت کو میراث نہ ملنی چاہیے ۔ کیونکہ یہاں نکاح اقتضاء ثابت ہے ۔ لہٰذا بقدر ضرورت ثابت ہوگا۔ اور ضرورت پوری ہو جاتی ہے تصحیح نسب سے اس وجہ سے صرف نسب ثابت ہونا چاہیے ۔ نہ کہ عورت کے لیے استحقاق وارثت ۔

جواب یہ ہے کہ دراصل نکاح منقسم نہیں ہے کہ آپ یوں کہیں کہ نکاح کی دو اقسام ہیں ایک وہ جو استحقاق میراث کا سبب ہے اور ایک وہ جو میراث کے استحقاق کا سبب نہیں ہے ۔

پس نکاح جب اقتضاء ثابت ہوگا تو اپنے ان تمام لوازم کے ساتھ ثابت ہوگا جو شرعاً اس سے جدا نہیں ہوتے ۔ اور میراث بھی ایسے ہی لوازم میں سے ہے لہٰذا جب نکاح ثابت ہو گیا تو عورت کے لیے استحقاق میراآث بھی ثابت ہوگا۔

اور وجہ استحسان یہ ہے کہ مسئلہ ایسی صورت میں فرق کیا گیا ہے جبکہ لڑکے کی ماں کا آزاد ہونا اور اس کی ماں ہونا لوگوں سے مشہور ہو ۔ اور ثبوت نسب کے لیے شرعاً اور عادۃً نکاح صحیح متعین ہے ۔ پس چونکہ لڑکے کی ماں کا آزاد ہونا مشہور ہے ۔ اس لیے ملک یمین کے طور پر وطی کرنے کا احتمال ختم ہو گیا اور چونکہ ثبوت نسب کے لیے نکاح صحیح متعین ہے ۔ اس لیے نکاح فاسد اور وطی باشبہ کا احتمال جاتا رہا (۲۱)۔

فصل چہارم

ام ولد کے لیے نسب کے احکام

مسئلہ...... 18

و اذا ولدت الامة من مولاھا فقد صارت ام ولدٍ له ، لا یجوز بیعها و لا تملیکها لقوله علیه السلام اَعْتَقَهَا وَلَدُهَا .... ولا یثبت نسب ولدھا الا ان یعترف به .... فان جاء ت بعد ذالك بولدٍ ثبت نسبه بغیر اقرارٍ ...... الخ (۲۲)۔

ترجمہ: اگر لونڈی بچہ جنے اپنے مولیٰ کے فراش سے تو وہ ام ولد بن گئی ہے ۔ لہٰذا اب اس کا فروحت کرنا، کسی (اور) کو اس کا مالک بنانا اور کسی کو ھبہ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو اسی کے بچے نے آزاد کردیا اب وہ مالک اس کے ساتھ وطی کر سکتا ہے خدمت بھی لے سکتا ہے اجرت پر دے سکتا ہے اور اسکی شادی بھی کراسکتا ہے ۔لیکن اس بچے کا نسب اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ مولیٰ اعتراف نہ کرے۔ پھر اگر پہلے بچے کے اعتراف کرنے اور لونڈی کے ام ولد بننے کے بعد اس کا دوسرا بچہ پیدا ہوا تو بچہ بغیر اقرار کئے بھی مولیٰ سے ثابت ہو جائے گا ...... الخ (۲۳)۔

تشریح

استیلاد کے سبب کا بیان

استیلاد کا سبب باندی کا اپنے مولیٰ کے لڑکے کی ماں ہونا ہے تاہم اس میں ائمہ کے نزدیک اختلاف پایا جاتا ہے ۔ احناف کے نزدیک استیلاد کا سبب لڑکے کے نسب کا ثابت ہونا اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً آزاد لڑکے کا حمل ٹھہر جانا ہے البتہ استیلاد کے حکم پر ائمہ کا اتفاق ہے اور وہ یہ کہ باندی کے لیے فی الحال حریت کا حق ثابت ہو جائے گا اور مولیٰ کی موت کے بعد حقیقۃً آزاد ہو جائے گی ۔ا ور اس سلسلے میں اصل حضرت ﷺ کا وہ قول ہے جو آپ ﷺ نے اپنی باندی ماریہ قبطیہ کے بارے میں اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب انہوں نے آپ ﷺ کے صاحبزادہ گرامی حضرت ابراہیمؑ کو جنم دیا ، فرمایا : '' أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا'' ۔

یعنی اس (ماریہ قبطیہ) کو اس کے بیٹے نے آزاد بنا دیا ۔

استیلاد کی شرط کا بیان

صاحب ہدایہ نے ام ولد کے استیلاد اور ثبوت نسب کے لیے ایک شرط قائم کی ہے وہ شرط وہی ہے جو نسب کے شرعی طور پر ثابت ہونے کی شرط ہے اور وہ ہے عورت کا '' فراش'' ہونا اورعورت کا فراش ہونا صحیح نہیں ہوسکتا مگر مِلک یمین (مکمل قبضہ اور غلامی میں ہونے) کے ساتھ یا شبہ ملک کے ساتھ یا تاویل ملک کے ساتھ یا ملک نکاح کے ساتھ یا شبہ نکاح کے ساتھ ۔ ملک یمین میں باندی صرف وطی سے'' فراش'' نہیں ہو جاتی بلکہ اس کے فراش ہونے کے لیے احناف کے نزدیک وطی کے ساتھ دعویٰ کا قرینہ بھی ہونا چاہیے لہٰذا دعویٰ کے بغیر استیلاد ثابت نہیں ہوسکتا۔

ام ولد کے بیچنے کا مسئلہ

چنانچہ عام علماء کے نزدیک باندی کو بیچنا جائز نہیں اور ان دونوں کے نزدیک جائز ہے ان کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں ام ولد باندیوں کو بیچا کرتے تھے احناف کی دلیل حضرت عمرؓ کی روایت ہے:''ام ولد کو نہ بیچا جائے اور نہ اسے ھبہ کیا جائے وہ تمام مال میں سے آزاد ہے''۔

ام ولد کے ھبہ یا صدقہ وغیرہ کرنے کا حکم

اس طرح پر وہ تصرف ام ولد کے اس حق حرّیت کو، جو اسے استیلاد کے باعث ملا ہے، باطل کر دے جائز نہیں مثلاً اسے ھبہ کرنا صدقہ کرنا وغیرہ۔

ام ولد کا نکاح کر کے دینا

مستولد (مولیٰ) اس امر کا مجاز ہے کہ وہ ام ولد کو کسی کے نکاح میں دے دے کیونکہ نکاح یا شادی کر کے دنیا بھی ایک قسم کی منفعت کا ملک بنانا ہے نہ کہ ذات کا ملک بنانا ...... الخ ۔

وقوله فان جاء ت بعد ذالك بولدٍ ثبت نسبه بغير اقرارٍ ...... الخ۔

ام ولد کے دوسرے بیٹے کا نسب

ام ولد کی دوسری اولاد (یا بیٹے) کا نسب مولیٰ کے دعویٰ کے بغیر بھی مولیٰ سے ثابت ہو جاتا ہے جب کہ وہ اس کے لیے حرام نہ ہو چکی ہو ۔ پھر حرام ہونے کے وقت سے چھ ماہ گزرنے پر وہ بچہ جنے یا مولیٰ نے خود اس کا نکاح کر کے دیا اور اس کے ہاں بعد از نکاح چھ ماہ پورے ہونے پر بچہ ہوا تو اس صورت میں دعویٰ

کے بغیر مولیٰ سے نسب ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ام ولد اگر مولیٰ پر ہمیشہ کے لیے حرام نہ ہوگئی ہو یا اس نے ام ولد کے آگے نکاح کر کے نہ دیا ہو تو اس کی دوسری اولاد کا نسب مولیٰ کے دعویٰ کے بغیر بھی مولیٰ سے ثابت ہو جاتا ہے، تو وہ اس لیے کہ ام ولد اپنی اولاد کے ثبوت نسب کے لیے مولیٰ کا فراش (بیوی) بن چکی ہے اور جو بچہ فراش پر پیدا ہو اس کا نسب دعویٰ کے بغیر بھی فراش والے (خاوند) سے ثابت ہوتا ہے ۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اَلوَلَدُ لِصاحِبِ الفَرَاشِ''۔ (بچہ اس کا ہوگا جس کی جورو یا لونڈی وہ بچہ جنے) (۲۴)۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و سسندنا محمد و آله و اصحابه اجمعین

حوالہ جات و حواشی باب پنجم

۱۔ الهداية، كتاب الطلاق باب ثبوت النسب ج ۲، ص ۴۳۳۔

۲۔ فتح القدير، ابن ہمام (م ۸۶۱ھ)، ج ۳، ص ۳۱۰۔

۳۔ مجمع الانهر، داماد آفندی (م ۱۰۷۸ھ)، ج ۱، ص ۴۷۴۔

۴۔ بدائع الصنائع، امام الکاسانی (م ۵۸۷ھ)، ج ۳، ص ۲۱۱، مجموعہ قوانین اسلام، ج ۳، ص ۸۵۱۔

۵۔ المغنی، ابن قدامہ مقدسی (م ۶۲۰ھ)، ج ۷، ص ۴۷۷۔

۶۔ فتح القدير، ابن ہمام (م ۸۶۱ھ)، ج ۳، ص ۳۱۰۔

۷۔ سورة المرسلٰت: ۷۷/ ۲۰ تا ۲۲۔

۸۔ سورة الاحقاف: ۴۶/ ۱۵۔

۹۔ سورة لقمان: ۳۱/ ۱۴۔

۱۰۔ شرائع الاسلام، نجم الدين الحلی، ص ۱۹۹، مطبوعہ، بیروت۔

۱۱۔ الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب ج ۲، ص ۴۳۳۔

لونڈی کا مسئلہ: نزول قرآن کے وقت غلام اور لونڈیوں کا سلسلہ عام تھا، جسے قرآن نے بند نہیں کیا، البتہ ان کے بارے میں ایسی حکمتِ عملی اختیار کی گئی کہ جس سے غلاموں اور لونڈیوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل ہوں تاکہ غلاموں کی حوصلہ شکنی ہو۔ اس کے دو ذریعے تھے:

1۔ ایک تو بعض خاندان صدیوں سے ایسے چلے آرہے تھے کہ ان کے مرد اور عورت فروخت کردیئے جاتے تھے۔ یہی خریدے ہوئے مرد و عورت غلام اور لونڈی کہلاتے تھے۔ مالک کو ان سے ہر طرح استمتاع (فائدہ اٹھانے) کا حق حاصل ہوتا تھا۔

2۔ دوسرا ذریعہ جنگ میں قیدیوں والا تھا، کہ کافروں کی قیدی عورتوں کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا اور وہ ان کی لونڈیاں بن کر ان کے پاس رہتی تھی۔ اس دور میں قیدیوں کے لیے کوئی بین الاقوامی قانون تو تھا نہیں، اس لیے یہ اسی دور کے اعتبار سے قیدیوں کے لیے بہترین حل تھا۔ کیونکہ اگر انہیں معاشرے میں یوں ہی آزاد چھوڑ دیا جاتا تو معاشرے میں ان کے ذریعے سے فساد پیدا ہوتا ہے۔

بہر حال اصطلاحی لونڈی کا وجود فی الحال ختم ہے لیکن دور حاضر میں لونڈیوں سے متعلق جملہ مسائل کے بارے میں جاننا اور علم حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے اس لیے ضروری ہے کہ یہ ہمارے دین کا ایک حصہ رہا ہے اور کتب فقہ میں لونڈیوں کے متعلق بے شمار مسائل آتے ہیں اور دوبارہ جب کبھی بھی حالات نے اسے دوبارہ وجود پزید کیا تو اہل اسلام کو ان کے مسائل سے اچھی طرح آگاہی ہونی چاہیے۔ (دیکھئے: ''الرق فی الاسلام'' اسلام میں غلامی کی حقیقت از

مولانا سعید احمد اکبر آبادی، الرق فی الاسلام ، اسلام میں غلامی کی حقیقت از مولانا سعید احمد اکبر آبادی)۔

۱۲۔ اشرف الهدایہ ، مولانا جمیل احمد سکروڈوی ، ج۵،ص ۲۶۰ ۔

۱۳۔ سورۃ المؤمنون : ۲۳/۵ تا ۶ ، سورۃ المعارج : ۷۰/ ۲۹ تا ۳۰۔

۱۴۔ سورۃ البقرۃ : ۲/۲۳۰۔

۱۵۔ بدائع الصنائع ، ج۴،ص ۳۱۵۔

۱۶۔ الهدایة کتاب الطلاق، باب ثبوت النسب ج۲،ص ۴۳۳۔

۱۷۔ فتاوی عالمگیری ، سید امیر علی، فتاوی ہندیہ کتاب الطلاق باب ثبوت نسب ، ج ۲،ص ۶۵۹۔

۱۸۔ الهدایة کتاب الدعوی باب دعوی النسب ج ۳،ص ۲۲۸۔

۱۹۔ طلوع النیرین ، مولانا محمد حنیف گنگوہی ص ۳۷ ۔

۲۰۔ الهدایة کتاب الطلاق باب ثبوت النسب ج ۲،ص ۴۳۳۔

۲۱۔ مجموعہ قوانین اسلام ، ج ۱،ص ۱۵۱۔

۲۲۔ الهدایة کتاب العتاق باب الاستیلا ج ۲،ص ۴۷۳ ، ۴۷۴۔

۲۳۔ شرح الوقایہ ، عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود (م ۷۴۷ھ) ج ۲ص ۱۶۷ ۔

۲۴۔ بدائع الصنائع ،ج ۴،ص ۳۳۳ ، جامع الصحیح البخاری ، ج۸،ص ۵۱۶ ۔

نتائج

مقالہ ہذا میں ثبوت نسب سے متعلق فقہ اسلامی میں موجود احکامات پیش کیے گئے ہیں ۔ مقالہ ہذا میں پیش کی گئی گزارشات کے نتیجے میں اس مقالہ کے مندرجہ ذیل نتائج سامنے آئے ہیں ۔

۱۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت کو کہا کہ اگر اس عورت سے میں نکاح کروں تو وہ طالقہ ہو ۔ اور پھر حقیقتاً اس شخص نے اس عورت سے نکاح کر لیا اور وہ عورت جن چھ ماہ کے بعد وقت نکاح لیں تو نسب بچے کا اس شخص سے ثابت ہ جائے گا اور لازم ہو گا اسکو مہر کا ادا کرنا اس عورت کو اور دلیل اس کی اصل میں مذکور ہے ۔

۲۔ اور ثابت ہو جائے گا اسی طرح نسب مطلقہ بطلاق رجعی کا جب وہ جنے بچے کو ۲ برس میں یا زیادہ میں تو جب تک اقرار نہ کرے عدت کے گزرنے کا، تو اگر اقرار کر لے گی اپنی عدت کے گزرنے کا اور پھر جنی طلاق اور ولادت کے بیچ میں ۲ برس سے زیادہ کے عرصہ میں تو بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ ثبوت نسب کے لیے ضروری ہے کہ مدت اقرار اور ولادت میں چھ ماہ سے کم گزرے ہوں جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے ۔ اور اگر لائی اس بچہ کو دو برس سے کم عرصہ میں تو بائنہ متصور ہو گی عدت گزرنے کے ساتھ ہی اور بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا بخلاف اس صورت کے جب جنے دو برس سے زیادہ عرصہ میں کہ وہاں رجعت ثابت ہو گی کیونکہ اب حمل وطی کا نہیں ہو سکتا ہے ۔ اول صورت میں ہو سکتا ہے کہ وطی نکاح کی حالت میں ہو کیونکہ وہاں وقت طلاق سے دو برس سے کم مدت گذری ہے ۔

۳۔ اور جو عورت مطلقہ بائنہ ہے تو اس کے لڑکے کا نسب ثابت ہو گا جب جنے وہ وقت طلاق سے دو برس سے کم عرصہ میں اور جو جنے دو برس کے بعد تو نسب ثابت ہو گا، مگر یہ کہ خاوند اس کا دعویٰ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے شبہ میں وطی کی ہو ایام عدت میں ، اور جو عورت مراحقہ ہے (یعنی ایسی لڑکی ہے کہ اس کے مثل اور عورتوں سے جماع ہوتا ہے) اور وہ سن بلوغ میں مثلاً ۹ برس یا زیادہ کی ہے لیکن علامات بلوغ ابھی ظاہر نہیں ہوئے وہ اگر طلاق کے بعد ۹ ماہ سے کم میں جن تو طرفین کے نزدیک بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اگر ۹ ماہ کے بعد جنی تو نسب ثابت نہ ہوگا ، اور ۹ ماہ اس واسطے معتبر ہیں کہ اقل مدت حمل ۶ ماہ ہیں اور عدت اس کی ۳ ماہ اس کی تفصیل اصل میں اس مقام پر کی ہے ۔

۴۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر طلاق رجعی ہے تو ۲۷ ماہ تک نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ تین ماہ اس کی

عدت کے اور دو برس اکثر مدت حمل کے ۔ اور اگر طلاق بائن ہے تو دو برس تک ، اور اگر کسی عورت معتدہ نے اقرار کیا کہ میری عدت ختم ہو گی اور پھر ۶ ماہ سے کم عرصہ میں وقت اقرار سے جنی تو نسب لڑکے کا ثابت ہو جائے گا لیکن اگر چھ ماہ میں زیادہ میں وقت اقرار سے جنی تو نسب ثابت ہو گا۔

شرح کفایہ اور فتح القدیر، شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ ۶ ماہ کی مدت وقت اقرار سے معتبر ہے اور نسخ شرح وقایہ میں وقت طلاق سے لکھا ہے ۔ اور ظاہر یہ ہے کہ سہو ہے قلم ناسخ سے۔

۵۔ اگر عورت معتدہ نے دعویٰ کیا کہ میں نے لڑکا جنا اور خاوند نے اس لڑکے کی ولادت کا انکار کیا تو اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر تھا یا خاوند نے اس کا اقرار کیا تھا تو ایک عورت کی گواہی سے بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا۔ اور اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر نہ تھا اور خاوند نے بھی اس کا اقرار نہیں کیا تھا تو دو مردوں کی یک ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔ اس طرح یہ کہ زوجہ تنا گھر میں گئی اور اس کے ساتھ کوئی تنا اور گھر میں بھی کوئی لڑکا نہ تھا اور ہم گھر کے دروازے پر تھے کہ لڑکے کی آواز سنی یا لڑکے کو اپنی آنکھ سے دیکھا تو ان سب صورتوں میں صاحبین کے نزدیک ایک عورت کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

۶۔ اگر کوئی عورت عدت وفات میں ۲ برس سے قبل جنے تو نسب ثابت ہو جائے گا اور اگر معلوم نہیں کہ قبل مدت کے جن یا بعد اس کے دو برس میں یا کم میں لیکن اقار کیا ورثہ نے کہ یہ لڑکا ان کے مورث کا ہے تو اگر صاحب اقرار ایسے ہیں کہ ان سے صحت شہادت نہیں ہوسکتی بوجہ نہ کامل ہونے نصاب شہادت کے ، یا عدم عدالت کے تو فقط وہ لڑکا وارث ہو جائے گا اس مقر کے حق میں اور اگر صحیح الشھادۃ ہیں تو نسب اس کا ثابت ہو جائے گا مقر اور غیر مقر سب کے حق میں اور جو ورثہ نے اقرار نہیں کیا تو نسب ثابت نہ ہو گا۔

۷۔ ایک مرد نے نکاح کیا کسی عورت سے اور وہ وقت نکاح سے ۶ ماہ سے کم عرصہ میں جنی تو نسب اس کا ثابت نہ ہوگا اور اگر جنی کر دے ۶ ماہ میں یا زیادہ میں تو نسب ثابت ہو جائے گا برابر ہے کہ خاوند اس کا اقرار کرے یا چپ رہے اور اگر انکار کرے بچے کی ولادت کا تو ایک عورت (دایہ) کی شہادت سے نسب ثابت ہو جائے گا پھر اگر بعد گواہی کے خاوند لڑکے کی نفی کرے یعنی کہے کہ یہ لڑکا مجھ سے نہیں تو لعان کر لیوے اور اگر بعد نکاح کے جنی تو دعویٰ کیا بیوی نے کہ میرے نکاح کو ہوئے چھ ماہ ہو چکے ہیں اور مرد نے دعویٰ کیا کہ ابھی چھ ماہ نہیں ہوئے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورت کا قول بغیر قسم کے

قبول یا جائے گا۔ اس طرح لڑکا زوج کا ہو جائے گا اس کی تفصیل اصل میں موجود ہے۔

۸۔ اور اگر کسی شخص نے عورت سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو تو طالقہ ہے اور ولادت پر ایک عورت نے گواہی دی تو طلاق واقع نہیں ہوگی امام ابو حنیفہ کے نزدیک۔ مگر صاحبین کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ ولادت ایسا امر ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے، کیونکہ فرمایا رسول ﷺ نے شہادت عورتوں کی جائز ہے ان امور میں جن کی استطاعت مرد نہیں رکھتے۔ یعنی مردوں کی نظر میں جن معاملات کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اس کو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے امام زہریؒ سے کہ کہا انہوں نے جاری ہوتی تنست اس بات پر کہ جائز ہے شہادت عورتوں کی ان امور میں کہ نہیں اطلاع پاتے ان پر کوئی اور لوگ مثل عورتوں کے بچوں کی ولادت اور عورتوں کے عیوب پر اور جائز ہے ایک دایہ کی شہادت اوپر روئے لڑکے کے اس طرح دو عورتوں کی بھی اس کے علاوہ اور یہ حدیث مرسل ہے اور حجت ہے۔

اور روایت کیا اس حدیث کو دراقطنی نے محمد بن عبدالملک واسطی سے انہوں نے اعمش سے انہوں نے ابی وائل سے انہوں نے خذیفہ سے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دایہ کی شہادت کو جائز رکھا ہے بچے کی ولادت پر۔ اور روایت کیا اس کو امام محمد نے آثار میں ابراہیم نخعی سے کہ وہ جائز رکھتے ہے عورتوں کی شہادت کو لڑکے کے رونے پر اور اخراج کیا اس کا امام ابو حنیفہؒ نے سند میں اور دلیل امام صاحب کی مذکور ہے ہدایہ اور فتح القدیر ہیں۔

۹۔ اور اگر خاوند نے اقرار کیا حمل کا پھر تعلیق کی تو عورت پر طلاق پڑ جائے گی بغیر شہادت کے اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے شہادت دایہ کی اور اکثر حمل دو برس ہیں۔ اور اس کی دلیل قول حضرت عائشہؓ کا ہے کہ نہیں رہتا بچہ رحم مادر میں اگر دو برس سے اور ایک لفظ میں ہے کہ نہیں زیادہ ہوتی عورت حمل میں دو برس سے اگرچہ ہو مانند سہایہ نکلے کے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ایک مدت حمل چار سال ہے اور ان کے دلائل حنیفہ کے نزدیک قابل حجت نہیں ہیں جن کی تفصیل فتح القدیر مذکور ہے۔

۱۰۔ اور اقل مدت حمل ۶ ماہ میں ہو واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وحملہ و فصالہ ثلثون شھراً پھر فرمایا وفصالہ فی عامین تو نہ باقی رہے حمل کے واسطے مگر ۶ ماہ۔

۱۱۔ اور جس شخص نکاح نے کیا کسی کی لونڈی سے پھر طلاق دے دی اس کو بعد دخول کے پھر خریدا اس کو اور وہ جنی ۶ ماہ سے کم عرصہ میں وقت خرید سے و لازم ہو گا لڑکا اس شخص کو بغیر دعوے کے اور چھ ماہ میں

زیادہ میں جنی تو بغیر دعویٰ کے اوپر اس کو لازم نہ ہوگا۔ اور یہ جب ہے کہ طلاق ایک ہو۔ رجعی یا بائن یا خلع ہو اور اگر دو طلاق دی تھیں تو نسب ثابت نہ ہوگا دو برس تک وقت طلاق سے۔

۱۲۔ اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہے تو وہ میرا ہے اور شہادت دی ولادت پر ایک عورت نے تو نسب اس کا ثابت ہو جائے گا اور وہ لونڈی اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اگر کسی نے ایک لڑکے کو کہا کہ یہ قرار ہے اور وہ اس کا لڑکا ہوسکتا ہے بعد اس کے وہ شخص مر گیا اور لڑکے کی ماں نے کہا کہ وہ اس کا بیٹا ہے اور میں مرحوم کی بیوہ ہوں تو دونوں ماں بیٹا وارث ہوں گے اگر وہ عورت معروفة الحرية ہو اور یہ بھی مشہور ہو کہ وہ اس لڑکے کی ماں ہے اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ عورت حُرّۃ ہے اور ورثہ نے کہا کہ تو ام ولد ہے تو عورت کو میراث نہ ملے گی اور صرف لڑکا تنہا وارث ہوگا مرحوم باپ کا۔

مقالہ کے بنیادی سوال کا جواب

مقالہ کے نتائج کی روشنی میں مقدمہ میں بیان کئے گئے بنیادی سوال کا جواب حسب ذیل ہے ۔

ثبوت نسب ایک ایسا فقہی مسئلہ ہے جس کی اہمیت و افادیت ہر دور میں مسلم رہی ہے ۔ اور اس موضوع کو شروع ہی سے فقہا کرام نے قلم بند کر دیا تھا یہ مقالہ نسب اولاد کے موضوع میں مشتمل ہے اور اس میں اہم مسئلہ زائد سے زائد مدت حمل ہے ۔

۱۔ ثبوت نسب کے لیے شریعت اسلامیہ نے جو مدت مقرر کی ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ بچے کو اس کے حقوق سے محروم نہ کیا جائے۔

۲۔ اگر طلاق رجعی ہے تو ستائیس (27) ماہ تک بچے کا نسب ثابت ہو جائے گا اور اگر طلاق بائن ہے تو دو سال تک بچہ اس کے فراش کی طرف منسوب ہوگا۔

۳۔ اگر معتدہ نے اقرار کیا کہ عدت میری تمام ہو گی اور پھر وقت اقرار سے چھ ماہ سے کم میں بچہ جنا تو نسب بچہ کا ثابت ہو جائے گا۔

۴۔ اگر معتدہ نے دعویٰ کیا کہ میں نے بچہ جنا اور خاوند نے انکار اور قبل ولادت کے حمل ظاہر تھا یا خاوند نے اس کا اقرار کیا تھا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا۔

۵۔ مذہب حنیفہ میں حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو برس ہے ۔ اس عرصہ میں مرد کے نکاح میں عورت کو حمل ہو وہ بچہ اسی سے منسوب ہوگا۔

۶۔ اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی کے پیٹ میں بچہ کا اپنی طرف منسوب کیا تو ایک عورت کی گواہی سے نسب ثابت ہو جائے گا اور وہ اس کی ام ولد ہو جائے گی۔

فرضیہ تحقیق

مقالہ کے نتائج اور بنیادی سوال کے جواب کی روشنی میں فرضیہ نمبر ا درست ثابت ہوتا ہے۔ اس فرضیہ میں کہا گیا ہے کہ فقہ اسلامی میں ثبوت نسب کے لیے واضح احکام موجود ہیں۔ ان احکامات کی روشنی میں پیدا ہونے والے بچوں کے ثبوت نسب کا تعین ہوتا ہے جو مختلف حمل کی مدتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

فقہ اسلام نے ثبوت نسب کے ضمن میں جو احکام دیے ہیں وہ جامع ہیں اس میں حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ مقرر کی ہے جو کہ عین قرآن و سنت کے مطابق ہے اور زیادہ سے زیادہ میں اختلاف ہے۔ حنیفہ کے نزدیک دو سال ہے ان کی دلیل حضرت عائشہؓ کا قول ہے۔ جو حضور نبی اکرم ﷺ سے ساعت پر مبنی ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ نے اس نقطۂ نظر سے اختلاف کیا ہے جہاں اس قسم کا اختلاف اس اعلیٰ سطح پر موجود ہو اور کوئی صریح شواھد نہ پائے جائیں تو جدید اجتہاد کے لیے گنجائش کے حق میں فیصلہ ہونا چاہیے

چنانچہ علامہ بزدویؒ نے اس مسئلے کا یہ حل نکالا کہ جس مسئلے کو قیاس کے ذریعے متعین نہیں کیا جاسکتا اس مسئلے میں صحابہ کے قول پر عمل لازمی ہو گا اور قول رسول ﷺ کی جانب سے واقفیت پر محمول کیا جائے گا، کیونکہ صحابی کے لیے اس قول کی اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی الآیہ کہ وہ (قول) جھوٹ تصور کیا جائے اور یہ تصور کرنا باطل ہے اس لیے اس قول پر عمل کرنا لامحالہ واجب ہو گا(اصول البزدوی ص ۲۳۶ مطبوعہ کراچی)۔ اگر اس اصول سے اختلاف کیا جائے تو پھر مستند موقوفہ اور مراسلہ احادیث کے سارے ذخیرے سے دست بردار ہونا لازم آئے گا اور اس طرح وہ فقہی مسائل جو ان احادیث موقوفہ یا مرسلہ سے مستخرج ہیں، ان کی بنیاد متزلزل ہو جائے گا۔

سفارشات

مقالہ ہذا کے نتائج کی روشنی میں شریعت اسلامیہ میں ثبوت نسب سے متعلق موثر استفادہ کے لیے درج سفارشات پیش کی جاتی ہیں ۔

۱۔ فقہ اسلامی میں ثبوت نسب سے متعلق احکام کو آسان فہم زبان میں پیش کیا جائے اور عوام الناس کو اس سے آگاہ کیا جائے ۔

۲۔ لوگوں میں شعور پیدا کیا جائے کہ وہ ان احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی زندگی گزاریں اور دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کریں۔

۳۔ تعلیمی نصاب میں ان احکامات کو جدید مگر مؤثر طریقے سے اس طرح پیش کیا جائے کہ طلبہ و طالبات اس سے اچھی طرح آگاہی حاصل کریں۔

۴۔ عورتوں اور بچوں سے ہونے والی زیادتیوں اور فقہ اسلامی میں ان کے متعلق حقوق کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے پیش کیا جائے تاکہ ایک طرف فقہ اسلامی میں ثبوت نسب پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ بھی لیا جاسکے اور دوسری طرف عوام الناس کو دینی معلومات بھی مل سکیں۔

۵۔ جدید فقہی مسائل سے متعلقاً لوگوں میں شعور پیدا کیا جائے تاکہ عصری تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔

۶۔ فقہ اسلامی میں ثبوت نسب سے متعلق احکام کو اس انداز میں پیش کیا جائے کہ ہر خاص و عام آدمی اس سے استفادہ کر سکے۔

فہرست قرآنی آیات و احادیث

فہرست قرآنی آیات

نمبر شمار	آیت	نام سورۃ	سورۃ نمبر	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۷۔	﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۚ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ إِنْ أَرَادُوْٓا إِصْلَاحًا ۚ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾	البقرة	۲	۲۲۸	۴۱
۸۔	﴿وَالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ﴾	الطلاق	۶۵	۴	۵۴،۴۷
۹۔	﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾	البقرة	۲	۲۳۴	۵۵
۱۰۔	﴿حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾	البقرة	۲	۲۳۳	۶۷
۱۱۔	﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ إِلَّآ أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ إِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ O وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ O وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ م بِاللّٰهِ إِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ O وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ إِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ O وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَأَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌO﴾	نور	۲۴	۶ تا ۱۰	۶۸
۱۲۔	﴿أَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ O فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ O إِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍO﴾	المُرسَلٰت	۷۷	۲۰ تا ۲۲	۸۲
۱۳۔	﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ O إِلَّا عَلٰٓى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَO﴾	المؤمنون	۲۳	۵ تا ۶	۸۶
۱۴۔	﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾	البقرة	۲	۲۳۰	۸۶

فہرستِ اَحادیث

نمبر شمار:	متن احادیث	تخریج	صفحہ نمبر
۱۔	اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ	الترمذی	۲۱،۱۶
۲۔	اَلْوَلَدُ لِصَاحِبِ اَلْفَرَاش	البخاری	۳۶،۱۷
۳۔	الولد لا يَبْقىٰ فى بَطْن اُمه اَكْثَرَ مِنْ سَنَتَيْنِ وَلَوْ بظل مغزل	الدرايه فى تخريج الاحاديث الهدايه	۲۱
۴۔	شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع الرجال النظراليه	الدرايه فى تخريج الاحاديث الهدايه	۷۴
۵۔	البينة علي المدعي واليمين عليٰ من انكر	مشكوٰة المصابيح	۷۰
۶۔	أَعْتَقَهَا وَلَدُهَا	ابن ماجه و دارقطني و حاكم	۹۲

فہرست مصادر و مراجع

فہرستِ مصادر و مراجع

الف

۱۔ احکام القرآن (٤ أجزاء)، ابن العربی (٥٤٣ھ) ابو بکر محمد بن عبداللہ القاهرة ، مطبعه الحلبی ١٣٨٦ھ / ١٩٤٧م۔

۲۔ اسلام کے عائلی قوانین ، مولانا ابو الحسن علی ندویؒ ، ادارۃ القرآن گارڈن ایسٹ لسبیلہ کراچی ۔

۳۔ امداد الفتاوی ''بترتیب جدید از مفتی محمد شفیع'' ، اشرف علی ، مولانا اشرف علی تھانوی حکیم الامتؒ ،مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴ اجزاء ۔

۴۔ احکام فقهی اسلامی ، سید امیر علی ، ترجمه موسوں سید ابو الحسن و مطبوعه قانونی کتب خانه ، کچهری روڈ لاهور ۔

۵۔ انوارالتنزیل واسرار التاویل (تفسیر بیضاوی) ،ناصر الدین عبدالله بن عمر الشیرازی البیضاوی ، طبع اولیٰ ، الریاض ١٤١٨ھ۔

۶۔ احکام القرآن ، ابو بکر احمد بن علی الرازی، الجصاص (م ٣٧٠ھ)، المطبعه البهیه ، مصر ١٣٤٧ھ۔

۷۔ الأشباه و النظائر فی قواعد و فروع ، جلال الدین عبدلرحمن السیوطی ، امام دارالکتب العلمیه ، طبع اول م ١٩٧٩ء۔

۸۔ اسلام کا معاشرتی نظام ،ڈاکٹر خالد علوی ، المکتبه العلمیه لاہور ، م ١٩٦٨ء۔

۹۔ اسلام کا نظریہ حیات ، خورشید احمد ، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ ، کراچی یونیورسٹی ۔

۱۰۔ الاشباء والنظائر ، زین الدین بن ابراهیم بن نجیم ، المشهور ابن نجیم ، اداره القرآن و علوم السلامیه کراچی پاکستان۔

۱۱۔ اسلام اور عائلی ثقافت ، سیدہ ام فاروق ، الفیصل ناشران و تاجران کتب ، غزنی سٹریٹ نزد ڈاکخانہ اردو بازار لاہور۔

۱۲۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین ، شمس الدین ابی عبدالله محمد بن ابی بکر المعروف ابن قیم الجوزیه ، دار الجیل للنشر والطباعة۔

۱۳۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، قاسم محمود سید، ادارہ القرآن وعلوم اسلامی۔

۱۴۔ اسلامی انسائیکلوپیڈیا، مولوی محبوب عالم، الفیصل ناشران مکمل دو جلدیں، لاہور ۱۹۹۶ء۔

۱۵۔ اسلامی فقہ، مولانا مجیب اللہ ندوی، اردو بازار، لاہور پاکستان۔

۱۶۔ اسلامی فقہ، مولانا منہاج الدین، اسلامک پبلیکیشنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، ۱۳ - ای شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، پاکستان۔

۱۷۔ اشرف الهدایه، شرح هدایه، اردو، مولانا جمیل احمد، مکتبہ شرکتِ علمیہ، ملتان۔

ب

۱۸۔ بہشتی زیور، اشرف علی تھانوی، اشرف المطابع لاہور، ۱۳۵۳ھ۔

۱۹۔ بلوغ المرام من آدلة الاخكام، احمد بن علی بن حجر العسقلانی، مکتبه الحلال للطباعة والنشر۔

۲۰۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ابن نجیم المصری (م ۹۸۰ھ) / زین العابدین بن ابراهیم م ۹۷۰ھ)، البابی الحلبی، ۱۳۳٤ھ۔

۲۱۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ابو بکر علال الدین / علامه ابو بکر علال الدین الکاسانی، مطبوعه مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ لاهور طبع اول ستمبر ۱۹۹۹م۔

۲۲۔ بداية المجتهد و نهاية المقتصد، ابو الولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی الاندلسی ۵۹۵ھ، المکتبة العلمية، لاهور پاکستان ۱۹۷٦ء۔

۲۳۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، علامه فخر الدین عثمانؒ، مکتبه امرادیه ملتان۔

ت

۲۴۔ تفسیر ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر مصری دمشقی (م۷۷٤ھ)، اردو ترجمه، مطبوعه کراچی ۱۹۸٤ء۔

۲۵۔ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، ابو علی محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم المبارکفوری، المکتبة السلفية، المدينه المنورة۔

۲۶۔ تفسیر المنار (تفسیر القرآن العظیم)، رشید رضا(م۱۳۰٤ھ)، القاھرہ، مطبعہ المنار، ۱۳٤٦ھ۔

۲۷۔ تحفة الفقھا ، السمرقندی / علاؤ الدین ، داراحیا العربی ، بیروت ۱۹۰۹۔

۲۸۔ تفسیر القرآن العظیم ، عماد الدین أبی الفداء ، اسماعیل بن کثیر الدمشقی ، دارالعرفة للطباعة والنشر والتوزیع ، طبع اول۔

۲۹۔ التفسیر الکبیر ، امام فخر الدین الرازی ، دارالفکر للطباعة ، ۱۳٤٤ھ۔

۳۰۔ تفهیم القرآن ، سید ابو الاعلیٰ مودودی ، اداره ترجمان القرآن ، لاهور۔

۳۱۔ تاج العروس من جواهر القاموس، محب الدین أبی الفیض السید محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی الزبیدی الحنفی ، طبع اول ، مصر ، ۱۳۰٦ھ۔

۳۲۔ تفسیر ماجدی اردو ، تاج کمپنی پاکستان ، مولانا ماجد دریا بادی مرحوم۔

ج

۳۳۔ جامع الترمذی ، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی ، ایم ایچ سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوك کراچی۔

۳۴۔ الجامع الصحیح ، محمد بن اسماعیل البخاری ، دارالسلام ، الریاض ، مودودی عرب طبع دوم ۱۹۹۹ء۔

۳۵۔ الجامع الکبیر ، امام ابو عبدالله محمود بن الحسن الشیبانی متوفیٰ سنة ۱۸۹ھ ، الناشر ایچ ایم سعید کمپنی پاکستان ، چوك کراچی۔

۳٦۔ الجامع الترمذی ، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی(م ۲۰۰ھ / ۲۷۹ھ)، مع تحفه الاحوذی از عبدالرحمن مبارکفوری ، نشر السنه ، ملتان۔

ح

۳۷۔ حجة الله البالغة ، شاه ولی الله محدث دهلوی ، مکتبه السلفیه لاهور پاکستان۔

۳۸۔ حاشیة الدسوتی علی الشرح الکبیر ، علامه شمس الدین، دار احیاء الکتاب العربی، ۱۲۳۰ھ۔

۳۹۔ حاشیة الطحاوی علی الدرالمختار شرح تنویر الاحبار ، الطحاوی : (۱۲۱۳ھ) (احمد بن

محمد بن اسماعیل الطحاوی)۔

۴۰۔ خواتین کے مسائل اور ان کا حل، ثناء اللہ محمود، دار الاشاعت، کراچی۔

۴۱۔ حقوق زوجین، سید ابو الاعلیٰ مودودی، اداہ ترجمان القرآن، لاہور۔

خ

۴۲۔ خزانة الفقة، السمرقندی (أبو الليث ۳۷۳ھ) ،امام نصر بن محمد، مخطوطه بدار الكتب المصرية رقم (۱٦۱)۔

د

۴۳۔ فتاویٰ دیوبند، مفتی محمد شفیع ، دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانه کراچی،۱۹۷۷ء۔

۴۴۔ درالمختار، مترجم مولوی خرم علی، قانونی کتب خانہ کچہری روڈ لاہور۔

ذ

۴۵۔ زادالمعادفی هدی خیر العباد، ابن القیم / امام حافظ ابو عبدالله بن قیم الجوزيه، دارلکتاب العربی۔

ر

۴٦۔ روح المعانی، آلوسی / ابو الفضل شهاب الدین سید محمود بغدادی (م۱۲۷۰ھ)، دارالکتب العلميه بیروت، ۱۹۹٤ء۔

۴۷۔ ردالمختار علی الدرالمختار، محمد امین ابن عابدین، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، س ن۔

۴۸۔ رد المختار على الدر المختار، محمد امین ابن عابدین (۱۲۵۲ھ)، القاهره، المطبعة الاميرية۔

ز

۴۹۔ الزواج، انور الخطیب، بیروت الطبعه الاولیٰ ۱۹۵۰ء۔

س

۵۰- سنن ابن ماجه ، امام محمد ابن ماجه القزوینی (م ۲۷۳ھ) ، مطبوعة مصر ، الطبعة الاولی۱۳۱۳ھ۔

۵۱- سنن ابی داود ، ابو داود (م ۲۷۹ھ) سلیمان بن الأشعث السجستانی ، الطبعة الثانیه۱۳٦۹ھ / ۱۹۵۰م۔

۵۲- السنن الکبری (سنن البیهقی)، ابو بکر احمد بن الحسین البیهقی، مکتبه نشر النسة ملتان، س ن ۔

۵۳- سنن الدارقطنی ، الدارقطنی ، امام علی بن عمر الدارقطنی ، دارانشر الکتب السلامیه،لاهور۔

۵۴- سنن الدارمی ، ابو محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمی ، نشر السنه ، ملتان۔

۵۵- سنن أبی داؤد ، حافظ ابو داؤد سلیمان بن الاشعب السجستانی (م ۲۷۱ھ ، ۷۸۵ھ)، دارالسلام الریاض ، ۱٤۲۰ھ۔

۵٦- سنن النسائی ، ابو عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی(م ۳۰۳ھ)، المکتبة السلفیة ، لاهور ، س ن ۔

۵۷- السِّقایه علی شرح الوقایة ، محمد غریب الله مسرور اسلام آبادی ، ناشر مکتبه امدادیه ملتان پاکستان ۔

ش

۵۸- شرح فتح القدیر علی الهدایة ، دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع ، طبع دوم (۱۳۹۷ھ—۱۹۷۷م)۔

۵۹- شرح وقایه ، علامه وحید الزمان ، قانون کتب خانه کچهری روڈ لاهور ۔

۶۰- شریعت اسلامیہ کا تعارف ، ڈاکٹر محمد ضیاء الحق ، شعبہ اسلامک لاء علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد۔

ص

٦۱- صحیح مسلم ، مسلم بن الحجاج القشیری (۲٦۱ھ)، مطبه بولاق ، ۱۳۹۰ھ۔

٦۲- صحیح مسلم ، بشرح النووی ، امام یحییٰ بن شرف النوویؒ ، المطبعة المصریة ، مصر ۔

ط

۶۳۔ طلاق و فسخ نکاح کی شرعی حیثیت ، خالد سیف اللہ رحمانی ، ادارہ القرآن وعلوم اسلامیہ کراچی ۔

۶۴۔ طوالع الانوار شرح الدر المختار ، (م۱۲۵۷ھ) امام محمد عابدین ابن احمد بن علی بن یعقوب السندی الانصاری(م۱۲۵۷ھ) ، مخطوطه بمكتبه الأزهر رقم (۱۹۵۷)۔

۶۵۔ طلاق کے تباہ کن اثرات ، مولانا نسیم احمد قاسمی ، ادارالقرآن وعلوم اسلامیہ کراچی۔

ع

۶۶۔ عمدة القاری شرح صحيح البخاری ، علامه بدر الدين العينی، دار احياء التراث العربی بيروت ، لبنان۔

۶۷۔ عين الهدايه ، امام برهان الدين مرغينانی ، سيد امير علی۔

ف

۶۸۔ فتح البارى بشرح صحيح البخارى ،امام احمد بن على بن حجر العسقلانى، دارالفكر بيروت، ۸۵۲ھ ۔

۶۹۔ فتاویٰ شامی ، ابن عابدين ، مطبوعه ايچ ايم سعيد كمپنی ادب منزل پاكستان چوک كراچی۔

۷۰۔ فتاویٰ رضويه ، امام احمد رضا خان بريلوی ، مطبوعه لكهنو۔

۷۱۔ فتح القدير ، ابن همام / كمال الدين محمد بن عبدالواحد(م۸۶۱ھ) مطبوعه مصر،۱۳۵۶ھ۔

۷۲۔ الفقه على المذاهب الاربعة ، جزیری ،امام عبدالرحمٰن الجزری ، محکمہ اوقاف پنجاب ، لاہور ، طبع اول ۱۹۷۷ء۔

۷۳۔ فتح البارى شرح صحيح البخارى ، مطبوعه لاهور۔

۷۴۔ فتاویٰ ، دارالسلام دیوبند ، مفتی محمد شفیعؒ ، دارالاشاعت کراچی ۔

۷۵۔ فتاویٰ عالمگیری ، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۔

۷۶۔ فتاویٰ قاضی خان ، قاضی خان (۵۹۲ھ) ،مطبوعہ دیوبند ، انڈیا۔

۷۷۔ فتح القدير ، شيخ كمال الدين محمد بن عبدالواحد ، المعروف ، ابن همام الحنفی المتوفیٰ

سنة (٦٨١ھ) مطبوعه مکتبه رشیدیه ، کوئٹه پاکستان۔

۷۸۔ فقه النساء ، محمد عطیه خمیس ، اداره معارف اسلامی منصوری ، ترجمه بشیر احمد۱۹۸۸ء۔

۷۹۔ فقہ حضرت علی انسائیکلوپیڈیا : ۶ ، ڈاکٹر محمد رواس قلعجی ، ترجمہ مولانا عبدالقیوم منصورہ لاہور ، اکتوبر ۱۹۹۲ء۔

۸۰۔ فقہ عبداللہ بن مسعود انسائیکلوپیڈیا : ۵ ، ڈاکٹر محمد رواس قلعجی ، ادارہ معارف اسلامی منصورہ لاہور مترجم مولانا عبدالقیوم (۱۹۹۲ء)۔

۸۱۔ فقه حضرت عمر انسائیکلوپیڈیا : ۲ ،ڈاکٹر محمد رواس قلعجی ، ظهران سعودی عرب ، مترجم ساجد الرحمن صدیقی ، ادارہ معارف اسلامی۔

۸۲۔ فتاویٰ عالمگیری ، قانونی کتب خانه لاهور ، س ن ۔

ق

۸۳۔ القاموس المحیط ، الفیروز آبادی ، محمد بن یعقوب ، طبع مصر ۔

ک

۸۴۔ کنزالدقائق ، ابو البرکات / حافظ الدین عبدالله بن احمد بن محمود (م۷۱۱ھ)، مکتبه امدادیه ملتان ، س ن ۔

۸۵۔ کفایت المفتی ، مفتی کفایت الله دهلوی ، مطبوعه سکندر علی تاجران کتب کراچی۔

ل

۸۶۔ لسان العرب ، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور ، قم ایران ، ١٤٠٥ھ۔

۸۷۔ لسان المیزان ، امام محمد بن حجر العسقلانی (۸۵۲ھ) ، حیدر آباد دکن ١٣٣١ھ ۔

۸۸۔ لسان العرب ، جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور ، قم ، ایران ١٤٠٥ھ۔

۸۹۔ لسان العرب ، أبو الفضل جمال الدین بن مکرم بن منظور المصری ، طبع دار صادر بیروت لبنان۔

م

۹۰۔ المغنی ، ابو محمد عبدالله بن محمد بن قدامه قدوسی ، ٦٢٠ھ ، مکتبه الکلیات الازهرية، المطبعة الثانية ١٤١٢ھ = ١٩٩٢م ۔

۹۱۔ مسند احمد ،امام احمد بن حنبل ، دارالفکر دارصادر بیروت ۔

۹۲۔ موطا امام مالک ، امام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر ، طبع اسلامی اکیڈمی لاهور ۱۳۹۹ھ۔

۹۳۔ المبسوط ،ابو بکر محمد بن احمد ابن سهل الحنفی م ۴۹۰ھ ، مطبوعه دارالکتب العلمیة ، بیروت لبنان۔

۹۴۔ مسند الامام اعظم امام ابو حنفه النعمان بن ثابت الکوفی التابعی المتوفی ۱۵۰ھ کارخانه تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

۹۵۔ المنجد فی اللغة والاعلام ، حافظ ابو الفداء محمد بن کثیر الدمشقی المتوفیٰ ۷۷۴ھ۔

۹۶۔ المغنی المحتاج، ابن قدامه / موفق الدین ابو محمد عبدالله بن احمد ابن قدامه ، م ۲۲۰ھ، دارالکتب بیروت ، ۱۹۳۳ء۔

۹۷۔ مسند احمد ،امام احمد بن حنبل، دارالفکر دار صادر ، بیروت۔

۹۸۔ مجموعه فتاویٰ ، ابن تیمیه / احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام ابن تیمیه ، الریاض ، طبع اولیٰ ۱۳۸۰ھ۔

۹۹۔ مجموعه قوانین اسلام ، ڈاکٹر تنزیل الرحمن ، مرکزی اداره تحقیقات اسلامی ، اسلام آباد (پاکستان) ، ۱۹۸۵ طبع الثالث ۔

۱۰۰۔ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، ڈاکٹر جواد علی، دارالریان التراث العربی، س ن ۔

۱۰۱۔ مجمع الانهر ، عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی المتوفی سنة۱۰۷۸ھ دارالکتب العلمیه ، بیروت۔

۱۰۲۔ المسبوط ، ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سهل شمس الائمه السرخی ، ادارة القرآن و السلام الاسلامیه گارڈن ایسٹ کراچی ، پاکستان۔

۱۰۳۔ المبسوط ، علی المواهب زرقانی ، شرح المواهب ، بیروت ، الطبعة الاولی ، ۱۹۷۳ السرخی ، شمس الدین ، دارالمعرفة بیروت۔

۱۰۴۔ *مختصر القدوری ، قدوری ، احمد بن محمد القدوری، مکتبہ امدادیہ ، ملتان۔*

۱۰۵۔ معارف القرآن ،مفتی محمد شفیع ، ادارة المعارف کراچی پاکستان۔

۱۰۶۔ موطا امام مالك ، امام مالك بن انس ، دارالاحياء التراث العربى ، بيروت ، س ن ۔

۱۰۷۔ مرعاة المفاتيح شرح مرقلة المصابيع ، مباركفورى ، عبيدالله بن محمد عبدالسلام ، المكتبه الاثريه شانگله هل، ضلع شيخوپوره۔

۱۰۸۔ مطالعه فقه اسلامى ، ڈاکٹر محمود الحسن عارف ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی ، اسلام آباد۔

۱۰۹۔ مشكوٰة المصابيح ، ابو عبدالله محمد بن عبدالله (ولى الدين) متوفىٰ ۷۴۸ھ يا ۷۴۰ھ ، مطبوعه سرحد بك ايجنسى بينك روڈ نزد محله شام گنج مردان (سرحد پاكستان)۔

۱۱۰۔ موطا امام محمد ، ابو عبدالله محمد بن الحسن الشيبانى، مترجم : مولانا محمد حسين صديق صاحب ، مكتبه البخارى كراچى پاكستان ۔

ن

۱۱۱۔ نهاية المحتاج الى شرح المنهاج ، شمس الدين محمد بن احمد الرملى (۱۰۰٤ھ) ، المطبعة السبية المصرية ، ۱۳۰٤ھ۔

۱۱۲۔ نور الهداية ، ترجمه اردو شرح و قايه ، مولانا محمد عبدالغفار ، مطبوعه سعيد كمپنى ، ادب منزل ، پاكستان چوك ، كراچى۔

ھ

۱۱۳۔ هدايه المجتهد و نهاية المقتصد ، ابن رشد ، ابو الوليد محمد بن احمد بن رشد القرطبى الاندلسى ۵۹۵، المكتبة العلمية ، لاهور، پاكستان ۱۹۷٦ء۔

۱۱۴۔ الهدايه ، علامه ابو الحسن، برهان الدين على مرغينانى (م ۵۹۳ھ) ، دارحياء التراث العربى س ن ۔